ماہنامہ
المرشد

اللہ
رسول
محمد

نومبر 2017ء
صفر المظفر / ربیع الاول 1439

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْكُرُو اللهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ... (سنن الترمذی: بَابُ مَا جَاَ فِی الْقَوْمِ یَجْلِسُوْنَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللهَ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: جس مجلس میں بیٹھ کر آدمی نے اللہ کا ذکر نہ کیا اور نبی رحمت ﷺ پر درود نہ بھیجا وہ وقت، مال اور جگہ اس کے لئے وبال بن جائیں گے پھر اللہ چاہے تو اسے سزا دے چاہے تو معاف کر دے۔

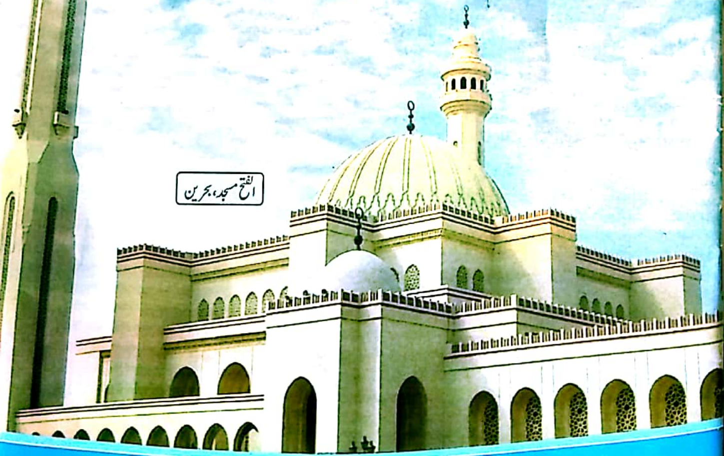

الفتح مسجد، بحرین

اللہ کریم کے لیے زیبا نہیں کہ اس کی عظمت کو دوسرے درجہ میں رکھا جائے اور کوئی اور دُنیوی ضرورتیں اولیت لے جائیں۔ (صفحہ نمبر

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے

دین اسلام تین ستونوں پر استوار ہے۔ اسلام، ایمان اور احسان۔ پہلا ستون اسلام ہے جس کے ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ہیں جبکہ ایمان میں کلمہ طیبہ، اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ شہادت دینا ہے۔ ایمان بالآخرۃ، فرشتوں پہ، تمام انبیاء و رسل، تمام آسمانی کتابوں و صحائف پہ ایمان اور جنت و دوزخ، عذاب وثواب وغیرہ پہ ایمان لانا شامل ہے۔ احسان کا تعلق کیفیاتِ قلبی سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یوں فرمائی: "اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (حدیث کا حصہ ہے) او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر جیسے تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی عبادت گویا اُس حضوری اور قلبی توجہ سے کی جائے کہ جیسے وہ روبرو ہے۔

اس دارِ دنیا میں مادی نگاہ تجلیاتِ باری کو نہیں پا سکتی۔ یہ قلبی کیفیت ہے کہ نہ دیکھتے ہوئے بھی قلب دیکھ رہا ہے۔ ایک ایسا حال ہے جو ہر عمل کو ہی عبادت کے درجے پر فائز کر دیتا ہے۔ انسان جب ہر عمل ہی اپنے رب کو روبرو پا کر کرے گا تو اُس میں کتنا حسن آ جائے گا۔ اُس کی نیت کتنی خالص ہو جائے گی۔

احسان تصوف و سلوک ہے، تزکیہ باطن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانیت کو دین حق پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت میں تزکیہ اہم ترین جزو ہے کہ تعلیم کتاب اور حکمت سے مقدم ہے اور ہر بھلائی کی قبولیت کی بنیاد ہے۔ جو بھی حالتِ ایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہ پا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ عالی پہ نگاہ پڑ گئی تو وہ احسان کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہو گیا۔ آنِ واحد میں حضوری کی ایسی کیفیت نصیب ہوئی کھال سے لے کر نہاں خانۂ دل تک ہر ذرہ ذکر اللہ سے منور ہو گیا۔ اسی باطنی طہارت سے اُن کے قلوب کی نگاہ ایسی فولادی ہو گئی کہ ہر آن گویا رکوع وسجود میں ہیں۔ نسلوں کی غلامی، بڑھاپا یا ابوجہل کا بے تحاشہ وحشیانہ تشدد بھی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو احد احد کی تکرار سے باز نہ رکھ سکا۔

آج اسی شعبہ احسان یعنی تصوف و سلوک کے ماہرین مشائخ کہلاتے ہیں اور اُن کی صحبت میں یہی قلبی کیفیات و برکات تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ ایک انعکاسی عمل ہے اور اپنی اپنی حیثیت میں ہر سالک اس احسان وقلبی کیفیت کو پاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست اعلیٰ الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

عنوان	مصنف	صفحہ
اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقہ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
سالانہ اجتماع 2017ء کا اختتامی بیان	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	15
اکرم التفاسیر، سورۃ الجاثیہ: 27 تا 37	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	19
شرح مشکوٰۃ المصابیح	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	23
شیخ المکرم کی مجلس میں سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	31
تزکیہ اور آداب شیخ	نوید اشرف (واہ کینٹ)	37
خواتین کا صفحہ	اُم فاران، راولپنڈی	43
بچوں کا صفحہ	ع خاں، لاہور	45
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	48
Translation from Akram-ul-Tafseer	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

ناشر: عبدالقدیر اعوان | انتخاب جدید پریس، لاہور 042-36309053

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

Ph:054-3562200, Fax: 054-3562198 Email:daruirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

ماہنامہ المرشد

نومبر 2017ء، صفر المظفر / ربیع الاول 1439ھ

جلد نمبر: 39

شمارہ نمبر: 03

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

مدیر: محمد اجمل

نائب مدیر: محمد ادریس خان

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

انچارج ترسیل و حسابات: چوہدری محمد اسلم

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش | 1200 روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک 100 ریال

برطانیہ یورپ 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ

امریکہ 60 امریکن ڈالر

فار ایسٹ اور کینیڈا 60 امریکی ڈالر

سرکولیشن و رابطہ آفس

ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35180381, Cell: 0303-4409395,
Email: monthlyalmurshed@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل تفسیر
قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

سحر کی اصل اور تاثیر

یہی سحر کی اصل بنی جو آج تک مروّج ہے اس کی اصل میں دو طرح کا کفر اور زندقہ پایا جاتا ہے۔ یا تو الفاظ کفریہ ہوتے ہیں اور اگر الفاظ قرآنی ہوں گے تو لکھنے کا طریقہ غلط، مثلاً دمِ مسفوح سے لکھے جائیں گے، نیز ساحر ہمیشہ گندے اور ناپاک رہنے کو ترجیح دیتے ہیں کہ شیطان اسی حال کو پسند کرتا ہے۔ جس طرح سحر کرنے کے دو طریقے ہیں اسی طرح اُس کی تاثیرات بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آدمی کی نظر یا قوتِ متخیلہ متاثر ہو کر اس کے سامنے مختلف صورتیں متشکل کر دیتی ہے۔ واقعتاً ایسا نہیں ہوتا جیسے فرعونی ساحروں کے بارے میں ارشاد ہے: سَحَرُوٓا اَعۡیُنَ النَّاسِ اور یُخَیَّلُ اِلَیۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰی کہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔ یا ان کے سحر کے اثر سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ خیال آتا کہ رسیوں کے سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں۔ گویا واقعی کچھ نہ تھا، رسیاں ویسی کی ویسی ہی تھیں مگر قوتِ متخیلہ متاثر ہو کر سانپ سمجھنے لگ گئی اور دوسری تاثیر یہ کہ جادو کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت ہی بدل جائے۔ جیسے انسان کو پتھر یا کسی جانور کے قالب میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس میں بات بہت طویل ہے کہ ایسا ممکن ہے یا نہیں۔ اکثر کے نزدیک قلب ماہیت محال ہے۔ واللہ اعلم!

غرضیکہ ان لوگوں یعنی بنی اسرائیل نے کتب سماوی کو چھوڑ کر شیطانی تعلیمات کو اپنایا۔ یہاں تک کہ اللہ نے بابل کے مقام پر دو فرشتے نازل فرمائے کہ جو جادو اور کلام اللہ میں فرق بیان کریں اور جادو کی خرابی سے لوگوں کو مطلع کریں۔

اداریہ

درد

لفظ 'درد' کو دکھ، کسک، سوز و گداز، ہمدردی کہیں یا رنج و غم، ایسے حروف کا مجموعہ ہے کہ الٹ دینے سے بھی اپنی ماہیت برقرار رکھتا ہے جیسے اسے بھی ادراک ہو کہ فقط معالج ہی نہیں علاج تک ہوک اٹھتی رہے گی۔ کیفیات فی نفسہ تو غیر مرئی ہیں مگر ان کی واردات صاحب کے بیان سے عکس تک واشگاف اعلان کر دیتی ہے۔ کہنے کو تو کانٹے کا چبھنا بھی ایک درد ہے مگر یہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے اولیٰ حیثیت درد دل ہی کی ہے اور درد دل کو تولے بنا عظمت نصیب نہیں ہوگی جبکہ حدیں چودہ صدیاں پہلے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...[المائدہ 3:5] کے ساتھ مقرر فرما دی گئی ہیں۔

شیخ المکرم مدظلہ العالی کے حکم پر بندۂ ناچیز نگر نگر، کوچہ کوچہ درد دل کی صدا لگاتا ہے۔ اللہ کریم شاہد ہیں کہ دانستہ ایک نقطہ کی کمی بیشی تک کا بھی خیال رہتا ہے۔ اپنی کم مائیگی اور شیخ المکرم مدظلہ العالی کی کرامت کا احساس اور بڑھ جاتا ہے جب سامعین کی کیفیت لبیک میں جواب دیتی ہے۔ اس جہد میں از خود حالات، مزاج، سوچ و فکر وغیرہ کا ادراک ہونے لگتا ہے اور ہر دورہ کی واپسی پر ایک کیفیت ساتھ ہوتی ہے۔ اب کی بار یورپ کے دورہ سے واپسی پر بھی یہی حال ہے۔ اس ادراک کے بحر سے ایک حصہ قارئین کی نذر کرتا ہوں۔

ہمارے بھائی غریب الوطن ضرور ہیں مگر وطن کا درد ہم سے بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ میں نے یورپ کے بیشتر حصے میں پروگرام کیے اور بے شمار لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ کوئی گفتگو ایسی نہیں جس میں پاکستان کے لیے درد نہ ہو اور یہ کیفیت رہ رہ کر مجھے ایک ملاقات کی یاد دلاتی ہے جب ۲۰۰۹ء میں مسجد نبوی میں حاضری کے لیے جانا نصیب ہوا۔ مسجد نبوی میں روضہ اطہر کی طرف جا رہا تھا کہ دو باریش نورانی چہرے والے بزرگوں نے مجھے روکا اور ضعیفی کے باوجود ملنے کے لیے اٹھے۔ حالانکہ میں روکتا رہا مگر وہ فرمانے لگے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے بیٹے ہیں تو ہم آپ کو احترام دینا چاہتے ہیں۔ غیر رسمی گفتگو کے بعد تعارف بھی معلوم ہوا کہ ایک بزرگ تقسیم ہند کے موقع پر پورے خاندان میں بچ کر پاکستان پہنچنے والے واحد شخص تھے۔ تھوڑے عرصے بعد ایران اور پھر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے۔ دوسرے بزرگ بھی غالباً ۷۰ کی دہائی سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور دونوں کا بیشتر وقت مسجد نبوی میں بسر ہوتا ہے۔ ملاقات کے اختتام پر میں نے دعا کے لیے عرض کیا تو فرمانے لگے۔ آپ مسافر ہیں آپ دعا فرمائیں ہم آمین کہیں گے اور ساتھ ہی بڑے درد سے فرمایا کہ پاکستان کی اچھی خبر نہیں سنتے۔ ہمارے پاکستان کے بہتر مستقبل کے لیے بھی دعا کرنا۔ میں نے روضہ اطہر کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کی بھی دعا ہو نہیں سکتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دعا نہیں فرمائی بلکہ فتح و نصرت کے لیے موجود وسائل بروئے کار لا کر عریشِ بدر میں اتنی دعا فرمائی کہ حضرت صدیق اکبرؓ بھی تڑپ اٹھے کہ یا رسول اللہ بس کریں اللہ کریم ضرور دعا قبول فرمائیں گے۔ تو حضرت ہم وطن میں رہ کر پورے اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے امت اور پاکستان کی بہتری کے لیے دعا گو ہیں۔ آپ ہماری استقامت کے لیے اس بابرکت جگہ پہ دعا گو رہیے گا۔

میں سوچتا ہوں کہ کس طرح ہم من حیث القوم غیب سے آنے والے کے منتظر ہیں کہ کوئی آئے گا اور امتِ مسلمہ میں اتحاد کا سبب بنے گا، کوئی آئے گا وطن عزیز کے حالات بہتر کر دے گا۔ کاش! اے کاش! یہ ادراک ہمیں نصیب ہو کہ آج کے مکلف ہم ہیں۔ اپنے اپنے حصے کا کردار ادا کریں۔ تبدیلی اللہ کریم کے دستِ قدرت میں ہے۔ ہم حقوق ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور اسلام ہمیں فرض کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ بہر حال پوری قوم میں ایک درد اٹھتا دکھائی دیتا ہے مگر ابھی بہت دھیما ہے اور راہنماؤں کی اکثریت اسے سمجھ نہیں پا رہی۔ اس درد کا تقاضا ہے کہ متحد ہوں، یکجا ہوں اور اتحاد مقصد پہ ہوا کرتا ہے اگر ہر راہنما صرف اپنے ساتھ زیادہ لوگوں کو جمع کرنے کی فکر میں ہو گا تو مقاصد نظروں سے دور ہو جائیں گے لہٰذا دل سے دعا ہے کہ اللہ کریم جو دلوں کو پھیرنے والے ہیں ہمارے دلوں کو حق پر جمع فرما دے اور ہمیں خود فریبی کے جال سے بچائے۔ راہنما یکجا ہوں گے تو قوم یکجا ہوگی۔ مقصد واحد ہوگا تو حصول مقصد کی متعدد راہیں کھلیں گی۔ اللہ جل شانہٗ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

تو گفتی کہ قلب شکستہ خانہ داری   شکستہ قلب من جاناں بہ عہد خود وفا کن

ترجمہ: ''تو نے فرمایا کہ ٹوٹا ہوا دل میرا گھر ہے تو میرا دل ٹوٹ چکا اب اپنا وعدہ پورا فرما۔''

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

طریقۂ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے، چوتھے اور پانچویں لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

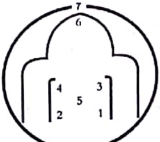

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزمِ فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختمِ خواجگان خاتمۂ مَن وخاتمۂ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بخیر گردان

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

- گردِ سفر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- کون سی ایسی بات ہوئی ہے
- دل دروازہ
- نشانِ منزل
- سوچ سمندر
- دیدۂ تر

راز داں ہر حال کا

دوست دیکھے ہیں جہاں میں بے شمار
ہاں مگر ہر دوست ہے اک حال کا

کوئی ساتھی قوت و طاقت کا ہے
ہے کوئی دولت کا کوئی مال کا

کوئی رنگ و روپ میں اُلجھا ہوا
دوست ہے قامت کا حسن حال کا

ہے کسی کو اپنی شہرت سے بھی پیار
کوئی قیدی گفتگو کے جال کا

اے غمِ جاناں ترے قربان میں
تو ہے ساتھی اپنے ہر اک حال کا

عمر کا ساتھی سفر کا دوست ہے
تیرا میرا رشتہ پر اور بال کا

حال میں اچھے برے کو دیکھ لو
ساتھ ہے تو جیسے تل ہو گال کا

زندگی کام آ گئی اپنی فقیر
پا لیا اک راز داں ہر حال کا

(دیدۂ تر سے ماخوذ)

اقوالِ شیخ

(1) اذکارِ قلبی سے کیفیاتِ قلبی نصیب ہوتی ہیں اور وہ عملی زندگی کو متاثر کرتی ہیں۔

(کنوز دل، ص:97)

(2) دل کی حیات وحی سے شروع ہوتی ہے اور صرف نبیؐ ہی اس کو تقسیم فرماتا ہے۔

(اسرار التنزیل ۵، ص:109)

(3) فیضان ہے وہ کیفیت جو کردار میں اللہ کی رضا اور نیکی پیدا کردے۔

(المرشد، مارچ 2016ء، ص:28)

(4) اس سے بڑی کیا جہالت ہوگی کہ کسی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان بھی نہ ہو، کسی کو عظمتِ الٰہی کی بھی پہچان نہ ہو۔ (اکرم التفاسیر، جلد 1، ص:174)

(5) قلب کو ذکر نصیب ہوجائے اور قلب وجود کے ذرّات کو ذاکر کردے تو یہ بہت عظیم دولت ہے۔

(اکرم التفاسیر، جلد:13، ص:114)

(6) اسلام سے مراد اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردینا اور اس کی اطاعت پر کمربستہ ہوجانا ہے۔

(اسرار التنزیل:1، ص:310)

(7) ظلم کی تعریف یہ ہے کہ جہاں بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی، وہ ظلم کہلائے گی۔

(اسرار التنزیل:4، ص:347)

(8) اگر ذکر میں بھی ہم ایکٹنگ کرتے رہیں اور خانہ پُری کرتے رہیں تو اس سے وہ نتائج تو برآمد نہیں ہوں گے۔ (شرح مسائل السلوک، ص:387)

(9) ذکر کا حقیقی انعام یہ ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ (شرح مسائل السلوک، ص:57)

(10) کشف کی باتیں کی نہیں جاتیں اور کرنی بھی نہیں چاہئیں، یقینی نہیں ہوتیں۔

(المرشد، فروری 2016ء، ص:13)

گزشتہ سے پیوستہ

13 اگست 2017ء

سالانہ اجتماع 2017ء کا اختتامی بیان

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

ایک اور بات بڑی ضروری ہے۔ صاحب مجاز ساتھیوں کے ساتھ محنت کرتے ہیں، دن رات ذکر کراتے ہیں، پھر یہاں بھیج دیتے ہیں کہ اس کی بیعت کرائیں۔ جب وہ بندہ یہاں آتا ہے تو ہم ابتدائی سبق سے شروع کرتے ہیں۔ آپ کی نمازیں پوری ہیں؟ جی کوئی کوئی رہ جاتی ہے۔ چلو جی پہلی بات تو یہیں ختم ہوگئی۔ آپ کی تو داڑھی بھی نہیں؟ وہ رکھ لوں گا۔ یہ بھی ہوگیا، ٹھیک ہے لطائف کہاں ہیں؟ پہلا لطیفہ کہاں ہے؟ وہ یہاں ہے۔ شاباش! یہ بھی نہیں پتا کہاں ہے؟ مراقبہ کس طرح کرتے ہو؟ یہ سوچ لیتا ہوں وہ سوچ لیتا ہوں۔ تم کہتے ہو بیعت کرا دو۔ روضہ اطہر کا مراقبہ کیسے کرتے ہو؟ میرے بھائی نے ایک تصویر بھیجی تھی بڑی خوبصورت، ایک مزار تھا اُس پر، پگڑی باندھ کر رکھی ہوئی تھی، میں دیکھتا ہوں کہ میں اس کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ مزار مولانا رومی کا ہے۔ سوشل میڈیا والوں نے اسے عام کیا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے حالانکہ وہ مولانا رومی کا بڑا خوبصورت بڑا سا مزار ہے۔ چادر پڑی ہوئی ہے، اوپر سرہانے پگڑی باندھ کر کسی نے رکھی ہوئی ہے۔ بھئی خدا کے بندے تیری کون بیعت کرائے، کیسے کرائے؟ اچھا ہم یہاں کچھ نہیں کرتے، دو دن تین دن، چار دن رہتا ہے، اسے بتاتے ہیں کہ بھئی یہ لطیفہ یہاں ہے، اس میں ذکر اس طرح کرنا ہے، سوچنا کچھ نہیں۔ سوچ کر کچھ نہیں جاننا جو من جانب اللہ دل میں آئے وہ بات ماننی ہے، تصور نہیں کرنا۔ یہ دوسرا ہے، تیسرا ہے، پانچواں۔ تیسرے چوتھے دن وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اس کی بیعت کرادی جاتی ہے۔ وہ تین چار دنوں میں تو اس قابل نہیں ہوتا، محنت ساری اس صاحب مجاز کی ہوتی ہے، اس نے ذکر اسے اتنا کرایا ہوتا ہے کہ اس میں استعداد ہوتی ہے۔ غلطی یہاں ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی طرف صاحب مجاز حضرات توجہ نہیں کرتے۔ رات دن ذکر کرایا، بھئی اسے ترتیب کے ساتھ ذکر کا طریقہ، سانس لینے کا طریقہ بتاؤ، اسے لطائف کی نشاندہی تسلی سے کرو، اسے تصور کرنا نہ سکھاؤ، ہمارے ہاں تصور نہیں ہے۔ من جانب اللہ جو چیز اللہ کی طرف سے راہنمائی ہوتی ہے اس کے مطابق کرو۔ روضہ اطہر میں حاضری نصیب ہوتی ہے تو یہ برزخ کے، عالم امر کے، برزخ کے کام ہیں۔ قبر اطہر عالم دنیا میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں جلوہ افروز ہیں، جسے حاضری نصیب ہوتی ہے وہاں بارگاہِ رسالت میں پہنچتا ہے، اس کا قبر سے کیا تعلق ہے؟ وہ تو سیدھا بارگاہِ رسالت میں جاتا ہے، وہاں بیٹھنے کا تصور

میرے بھائی نے ایک تصویر بھیجی تھی بڑی خوبصورت، ایک مزار تھا اُس پر، پگڑی باندھ کر رکھی ہوئی تھی، میں دیکھتا ہوں کہ میں اس کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ مزار مولانا رومی کا ہے۔ سوشل میڈیا والوں نے اسے عام کیا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے حالانکہ وہ مولانا رومی کا بڑا خوبصورت بڑا سا مزار ہے۔ چادر پڑی ہوئی ہے، اوپر سرہانے پگڑی باندھ کر کسی نے رکھی ہوئی ہے۔

کون کرسکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں اور وہاں دومنٹ کے لئے حاضری نصیب ہو اور وہاں جا کر بیٹھ جائے، کیسے ہوسکتا ہے۔ تو میری گزارش ہے صاحب مجاز حضرات سے، خواتین و حضرات دونوں طرح کے امراء سے جو کام کرتے ہیں کہ بندے کو پہلے صحیح طریقے سے ذکر سکھاؤ، لطائف کے صحیح مقامات ذہن نشین کراؤ، مراقبات کا صحیح طریقہ بتاؤ اور تصور سے دُور لے جاؤ، حقائق پر بات کرو۔ اگر اللہ مشاہدہ کرا دیں، کشف دے دیں بہت اچھی بات۔ کشف نہ ہو تو دل میں وہ کیفیت ہو، اسے وجدان کہتے ہیں۔ وجدان کشف سے مضبوط ہوتا ہے۔ موسیٰؑ کی والدہ کو کشف تو نہیں ہوا تھا۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى (القصص:7) ہم نے بات کی موسیٰ کی ماں سے، اب وہ نبیہ تو نہیں تھیں کہ وحی الٰہی آتی۔ ایک بات اللہ کی طرف سے ان کے دل میں آگئی اور اتنی پختہ آئی کہ انہوں نے ایک دن کے بچے کو دریا میں ڈال دیا۔ یہ وجدان تھا، وجدان کشف سے مضبوط ہوتا ہے، انہیں اس بات پہ اتنا یقین ہوگیا کہ اس پر عمل کرنا ہے۔ بچے کو اُٹھا کر دریا میں ڈال دیا۔ ماں اپنا نوزائیدہ بچہ اپنے ہاتھوں دریا میں ڈال سکتی ہے؟ انہوں نے ایسا کیسے کرلیا؟ حالانکہ ڈالنے کے بعد تڑپ اُٹھیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں: اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (القصص:10) ہم نے ان کے دل سے رابطہ کرلیا کہ گھبراؤ نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ شیخ بھی تو رابطہ ہی کراتا ہے تو ساتھیوں کو بتاؤ کہ رابطہ کیا ہے، اس میں کیا محسوس ہوتا ہے؟ انہیں مراقبات کی ترتیب اور کیفیات بتاؤ، تصور نہ کراؤ۔ یا اللہ کریم دکھادیں گے، دکھایا نہیں تو وجدان عطا کردیں گے۔ دو میں سے ایک ہوتا ہے جسے کشف نہیں ہوتا اسے وجدان عطا ہوتا ہے۔ وجدان کشف سے زیادہ قیمتی ہے۔ مضبوط لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ کشف کمزور لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ صوفیا کہتے ہیں کہ یہ کشف مشاہدہ کیا ہے؟ تلعب الاطفال بھا طریقت تصوف میں جو بچے ہوتے ہیں جو تصوف میں بچوں کی طرح ہوتے ہیں ان کو بہلانے کے لیے کھلونے ہیں۔

اللہ کہتا ہے میرے در پہ آئے تو ہیں کہیں بھٹک نہ جائیں، انہیں اس شغل میں لگا دو کہ اس سے چلتے جائیں، مکاشفات کی اہمیت اہل اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ جیسے بچوں کو کھلونے دے دیئے جاتے ہیں کہ باہر سڑک پہ جا کر گاڑی کے نیچے نہ آجائے، یہاں بیٹھ کر کھلونوں سے کھیلتا رہے۔ وجدان تو ہر ایک کو نصیب ہو جاتا ہے جسے کشف نصیب نہیں ہوتا تو اپنے وجدان سے خود کو احدیت پہ پائے، معیت پہ پائے، اقربیت پہ پائے، بیت اللہ شریف کے سامنے پائے، روضہ اطہر پہ پائے، مسجد نبوی پہ پائے، وہ محنت ساری صاحب مجاز حضرات کی ہوتی ہے۔ ہم سے تین یا چار دنوں میں تو محنت نہیں ہوتی کہ اسے یہ بیعت نصیب ہو جائے لیکن حضرات سستی کرتے ہیں، وہ ترتیب انہوں نے نہیں بتائی ہوتی، تحقیق نہیں کی ہوتی کہ بھئی کردار کی اصلاح بھی کرو۔ تو از راہِ کرم ذمہ داران اس پہ توجہ فرمائیں، یہ بہت ضروری ہے۔ جو بندہ بھی صاحب مجاز بیعت کے لیے بھیجتے ہیں میری نظر سے آج تک کوئی بندہ ایسا نہیں گزرا جس میں یہ کمی نہ ہو۔ یہ نہیں ہونی چاہیے۔ آئندہ جو بندہ آپ بھیجیں اسے پتا ہو لطائف کہاں ہیں، مراقبہ کیسے کیا جاتا ہے، اس میں کیا محسوس ہوتا ہے، جو اسے خود محسوس ہو، وہ بتائے اور اس پہ پوری توجہ فرمائیں، پوری محنت کریں۔ یہ کام سستی نہیں برداشت کرتا، کسی عالم میں کسی حالت میں، اللہ کریم کے لیے زیبا نہیں کہ اس کی عظمت کو دوسرے درجے پر رکھا جائے اور کوئی اور دُنیوی ضرورتیں اولیت لے جائیں کہ وہ کر کے پھر کرلیں گے۔ یہ اللہ کی شان کو زیبا نہیں دیتا، وہ اسے قبول نہیں فرماتا۔ جب آپ کہیں گے کہ وقت تو نماز کا ہے لیکن یہ کام کر کے پڑھ لوں گا، وہ کہے گا تیرے پڑھنے سے بہتر ہے تُو نہ پڑھ۔ تیرا زیادہ ضروری کام ہے تو ادھر ہی رہ۔ آہستہ آہستہ چھوٹ جائے گی، اسی طرح جب اپنے ذکر پر اپنے اوقاتِ ذکر پر کسی اور کام کو ترجیح دیں گے تو پوری دنیا کو کہیں ایسا نہ ہو، وہ چھڑا ہی دے گا لہٰذا اولیت اپنے معمولات کو، اپنی نماز کو، اپنے روزے کو، اپنے ذکر کو، اپنے دین کو اولیت دو۔ باقی کام

دوسرے درجے میں، دنیا کے کام ہم نے کرنے ہیں، شریعت کے مطابق کرو، سنت کے مطابق کرو، لیکن دوسرے درجے میں دنیا ہے، پہلے درجے میں عظمت الٰہی ہے۔ اللہ کو نہ زیب دیتا ہے کہ دوسرے درجے پہ اس کو رکھا جائے، نہ دوسرے درجے پہ آتا ہے اور نہ گوارہ کرتا ہے۔ جب ہم دوسرے درجے پہ رکھتے ہیں تو وہ کہتا ہے جسے تُو اول سمجھتا ہے تو ادھر ہی رہ، قیامت کو دیکھیں گے کہ اُدھر کیا ہوتا ہے، اِدھر کیا ہوتا ہے۔ اور یہ نہ سمجھو کہ یہ میں دوسروں کے لئے کہہ رہا ہوں، یہ میں اپنے لئے بھی کہہ رہا ہوں، آپ میں سے ہر ایک کے لیے بھی کہہ رہا ہوں، میرا اپنا پیمانہ بھی یہ ہونا چاہیے۔ اب مصیبت یہاں سے شروع ہوتی ہے جب ہم سمجھتے ہیں حضرت نے فرمایا تو تھا لیکن نہیں، ہم تو اس سے بالاتر ہیں۔ یہ دوسروں کے لئے ہے۔ یہ جو خود کو بالاتر سمجھتے ہیں یہ پست تر ہو جاتے ہیں۔

میرے بھائی! ہر بندہ مجھے دعا کی تلقین کرتا ہے۔ ای میل پر بھی، فون پر بھی اور خطوط میں بھی۔ خدا کے بندے میں بغیر دعا کے کر کیا سکتا ہوں۔ اگر ریوڑ کی فکر چرواہے کو نہیں ہوگی تو کیا بھیڑیوں کو ہوگی۔ تو جس کے ذمے اللہ نے چوکیداری لگا دی ہے وہ نہیں کرے گا، اللہ کی طرف سے ذمہ داری ہے، نہیں کرے گا تو پھر آپ کے کہنے سے نہیں کرے گا۔ بھئی! میں تو ایک چرواہا ہوں، میرے ہاتھ میں لاٹھی ہے، اس بارگاہ کا خادم ہوں۔ آپ کے لیے دعا، آپ کے دنیوی امور کے لئے، آخرت کے لئے، دین کے لئے، میری ڈیوٹی ہے، میری ذمہ داری ہے، میں اپنے لئے کم مانگتا ہوں آپ لوگوں کے لئے زیادہ مانگتا ہوں۔ لیکن ایک بندہ کہے اللہ مینہ برسا، مینہ برسا اور مینہ برستا ہی رہے اور وہ اپنا برتن سیدھا نہ کرے تو اللہ مینہ برسا۔ مینہ برسا کیا؟ بھئی! دعائیں کرنے کی تلقین مجھے نہ کرو، خود کو دعا وصول کرنے کا اہل کرو، اپنا کاسۂ دل سیدھا کرو، جتنی تلقین مجھے کرتے ہو اتنی محنت اپنے آپ پہ کرو، میں کیا، مشائخ بالا کی دعا پہنچ جائے گی۔ بارگاہِ نبوت سے توجہ نصیب ہوگی، بھئی ہم کیا ہیں؟ ہم تو آپ کو انداز بتانے والے ہیں کہ اس پیالے کو اس طرح سے صاف کرو، اس کو رگڑو اللہ کے ذکر سے لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ الله۔

او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بیہقی) ہر چیز کی پالش ہوتی ہے جو اسے چمکا دیتی ہے۔ دلوں کی پالش ذکر الٰہی ہے۔ تو ہم تو وہ پالش ہی کر رہے ہیں۔ بھائی قلعی گر ہیں، آواز لگاتے ہیں کہ یہ قلعی ہے، دل قلعی کرالو! تو آپ قلعی گر سے کہتے ہیں کہ یہ اچھا کرنا، اچھا کرنا۔ اپنا کاسۂ دل اپنے ہی پاس رکھیں تو وہ کس کو اچھا کرے گا؟ بھئی! اس کا تو پیشہ ہے وہ تو کر رہا ہے، اُسے کہیں تو بھی وہ کر رہا ہے۔ اس کا تو پیشہ ہے وہ کرتا رہے گا۔ تو جتنی تلقین ہم اللہ کو کرتے ہیں اللہ ایسا کر دے۔ اللہ کو ہماری تلقین کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر ذرے کو پال رہا ہے۔ وہ سب کا رب ہے، وہی پرورش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کس کو کیا دینا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری تلقین اور راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہمارے راہنما ہیں، ہم نے پیچھے چلنا ہے، راستہ نہیں بتانا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں، اللہ کے مقرب وہ ہیں، راہنما وہ ہیں، ہم پیروکار ہیں، ہمیں پیچھے چلنا ہے، ہم تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کردو، ہم راہنما بن گئے ہیں۔

محمد از تو می خواہم خدارا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھولی پھیلائی ہے تو پھر اللہ کی ذات مانگو جو وہاں سے مل سکتی ہے، جب اللہ مل گیا تو باقی کچھ رہ گیا؟

خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

اللہ سے مانگنا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق مانگو، یہ کیا چھوٹے چھوٹے جملے، یہ دعا کردو، وہ دعا کردو، بچے کی ایڑی میں موچ آگئی یہ دعا کردو، یہ روٹین کام ہے، اللہ کا کام ہے، ہو رہا ہے، ہوتا رہا ہے۔ دعا ہی کرانی ہے تو کہو اللہ مجھے عشق مصطفیٰ دے دے، اللہ سے دعا کرو۔ اللہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے دل کو روشن

کردے۔ دعا کرنا تو ہر وقت ہماری نوکری ہے۔ یہ ہے لیکن پھر آپ بھی ساتھ دیتے رہیں تو چلو اچھی بات ہے۔ دال روٹی تو منکروں، کافروں کو، مشرکوں کو دے رہا ہے، آپ کی کیوں بند کرے گا؟ آپ کیوں گھبرائے؟ یہ ساری دنیا جو ان خانقاہوں پر اور پیر پرستی میں اور انسان پرستی میں جکڑی ہوئی ہے، یہ صرف دال روٹی کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے اور یہ بیوقوف اتنا نہیں جانتے کہ یہ تو اللہ دے رہا ہے۔ پیر صاحب کے پاس جاؤ تو بھی اللہ دے رہا ہے، نہ جاؤ تو بھی اللہ ہی دے رہا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو تو پیر صاحب نے اولاد دے دی، تو جنگلی خنزیر کی مادہ جو اٹھارہ اٹھارہ بچے دیتی ہے، اس کا پیر کون ہے؟ کتے کی مادہ جو بارہ بارہ بچے دیتی ہے، یہ تعویز کہاں سے لیتی ہے؟ تو رب کا اپنا نظام ہے۔ میرے بھائی دعا ہی کرنی ہے تو سب سے مؤثر دعا آپ کی اپنی ہے۔ خود اللہ سے، جب اللہ کی بارگاہ میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچا دیا تو پھر کوئی مجبوری ہے تو اللہ سے عرض کرو کہ اللہ! میں مجبور ہوں، میری مدد فرما، میں کمزور ہوں۔ حضرتؒ کو میں نے ایک دفعہ خط لکھا مجھے بہت بخار ہوا، بڑا تیز ہوا، تین چار روز ہو گئے، ایک سو چار، ایک سو پانچ ڈگری سے نیچے نہیں آرہا تھا تو میں نے حضرتؒ کو خط لکھا اور میں نے اس میں لکھا کہ حضرت ایک جولاہا جس کا نام ایوب تھا، اسے بہت تیز بخار ہوا تو اس نے دعا کی یا اللہ! میرا نام تو ایوب جولاہا ہے، غلطی سے میرا نام ایوب ہے لیکن میرے ساتھ ایوب پیغمبر جیسا سلوک نہ کر، نام تو غلطی سے میرا ماں باپ نے رکھ دیا ہے لیکن میں ایوب نبی نہیں ہوں۔ وہ بیماریاں مجھ پہ نہ بھیج۔ میں ایوب جولاہا ہوں! میں نے حضرتؒ کو لکھ دیا کہ حضرت میرا حال تو یہ ہے۔ شام کو کہیں وہاں ڈاک پہنچتی تھی اور اس دن اتفاق سے احباب کا اجتماع تھا، وہاں چکڑالہ میں اور ساتھی بھی بیٹھے تھے۔ حضرتؒ بڑے ہنسے اور وہ خط بھی سب کو سنایا دیکھو کیا کہتا ہے! پھر اللہ کی شان بخار بھی میرا اُتر گیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ بندہ گھبرا جاتا ہے۔ تو اللہ سے دعا کیا کرو وہ قادر ہے، کریم ہے، وہ سن رہا ہے، وہ مانگنے پہ راضی ہوتا ہے، نہ مانگو تو ناراض ہوتا ہے، اور کہیں جاؤ مانگو تو لوگ بگڑ جاتے ہیں، نہ مانگو تو خوش رہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں مانگتا۔ اس (اللہ) سے نہ مانگو تو ناراض ہوتا ہے، خفا ہوتا ہے، مانگو تو خوش ہوتا ہے۔

اللہ کریم ہم پہ مہربانی فرمائے۔ قرآنِ کریم کا آسان، سلیس عام فہم ترجمہ اس نے ہمیں عطا فرمایا۔ یہ اس کی دین ہے۔ تفسیر بڑی خوبصورت حالاتِ حاضرہ کے مطابق، آج کے دور کی ضرورت کے مطابق اس نے عطا فرمائی، یہ اس کا احسان ہے۔ حدیث شریف (مشکوۃ المصابیح) پہلی جلد کی شرح مکمل ہوئی۔ پہلی جلد کا ترجمہ سادہ سلیس عام فہم ہر آدمی کی سمجھ میں آنے والا، یہ اس نے عطا فرمایا۔ تھوڑا سا وقت مطالعہ کا نکالو، کم از کم ایک چھوٹا سا رسالہ ہے ''المرشد'' وہ ایک مہینے کے بعد آتا ہے، وہ تیس صفحے ہیں اور تیس دنوں بعد آتے ہیں، تیس نہیں ہوں گے، چالیس پینتالیس ہوں گے تو ایک صفحہ، ڈیڑھ صفحہ تو روزانہ آرام سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی قرآن نہیں پڑھ سکتے، ترجمہ نہیں پڑھ سکتے، تفسیر نہیں پڑھ سکتے، حدیث نہیں پڑھ سکتے تو کم از کم ''المرشد'' کا مطالعہ تو عادت بنالو۔ بیشتر سوال وہ آتے ہیں جن کے جواب مجلس میں دیئے جا چکے ہوتے ہیں، ''المرشد'' میں طبع ہو چکے ہوتے ہیں، وہ کوئی نہیں پڑھتا، پھر کہتے ہیں میرا یہ سوال ہے پھر کیا فائدہ۔ کوئی تھوڑا سا وقت آپ کے پاس پانچ دس منٹ بھی ترجمہ تفسیر کے لئے نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں، ایک صفحہ چوبیس گھنٹوں میں پڑھنے کی فرصت نہیں ہے تو کم از کم ''المرشد'' کا مطالعہ عادت بنالیں۔ کوشش کریں دن کو قرآن کی تلاوت سے شروع کریں، خواہ ایک رکوع پڑھ لیں، ایک آیت پڑھ لیں، دن کے کام تو اللہ کے نام سے شروع کریں۔ میری عادت تھی، اللہ کا شکر ہے بڑے عرصے سے میری عادت تھی، پہلے شروع میں دو سپارے روز پڑھا کرتا تھا پھر تین کر لیے کہ دس دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ آسانی سے پڑھے جاتے ہیں الحمد للہ! ابھی تک میری عادت ہے تین پارے روز، تو جسٹس حلیم

ہوا کرتے تھے، ہمارے چیف جسٹس جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں تو جنرل صاحب کہیں باہر گئے تھے تو وہ ایکٹنگ پریذیڈنٹ تھے۔ آپ یہاں تشریف لائے، یہ سارا حصہ بھی نہیں تھا۔ اس کے اوپر کا یہ حصہ ہم نے صاف کرایا اور یہاں پہلا جمعہ ان کی موجودگی میں اس چھت پر ہم نے پڑھا۔ چونکہ شرعاً جہاں ملک کا سربراہ ہوتا ہے خواہ وہ جنگل ہو وہاں جمعہ جائز ہے اور جب جمعہ ایک دفعہ جہاں جائز ہوجائے اسے جاری رکھنا ضروری ہوجاتا ہے۔ تو یہاں ہم جمعہ نہیں پڑھا کرتے تھے، یہ جنگل ویرانہ تھا چونکہ سربراہِ مملکت یہاں تشریف لائے تو جمعہ کی ابتدا اس وقت کی اور پھر تب سے جاری ہے الحمدللہ! ایک دفعہ میں پنڈی گیا تو باتوں باتوں میں کہنے لگے میں تو رات کو تلاوت ضرور کرتا ہوں۔ مجھے حیرت ہوئی، کہنے لگے کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ نیند بھی ایک طرح کی موت ہے، میں سوجاؤں اور اُٹھ نہ سکوں تو دنیا میں میرا آخری کام تو تلاوت ہوگا! مجھے یہ بات بہت پسند آئی۔ میں تب سے الحمدللہ! رات تلاوت ضرور کرتا ہوں۔ صحت میں، بیماری میں، سفر میں، حضر میں، تھوڑی یا زیادہ لیکن میں چاہتا ہوں کہ واقعی یہ جسٹس صاحب کی بات قیمتی ہے کہ آخری کام قرآن کی تلاوت ہونی چاہیے۔ زندگی میں کچھ چیزوں کو ترتیب دو، اپنے دن کو قرآن سے شروع کرو، اپنے دن کو قرآن پہ ختم کرو۔ دو آیتیں، تین آیتیں تمہیں یاد ہوں، قل شریف تو سب کو یاد ہے صبح اُٹھ کر نماز کے بعد کام پہ جانے سے پہلے بیٹھ کر قل شریف ہی پڑھ لو، تلاوت تو ہوجائے گی، سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لو، قل شریف پڑھ لو، تلاوت تو ہوجائے گی۔ اگر قرآن کھول کر پڑھ لو پھر تو نورٌ علیٰ نور ہے، کیا بات ہے۔ تو ایک رکوع، آدھا رکوع صبح پڑھ لو۔ شام آدھا رکوع، رات رکوع پڑھ لو تو کبھی تو سارا قرآن بھی ختم ہوجائے گا۔ اتنے کام کرتے ہیں، دن بھر گدھے کی طرح ہم کاموں میں جُتے رہتے ہیں سارا دن۔ یہ کام تو رہ جائیں گے یہیں۔ اب یہاں بھی شروع ہوگیا ہے۔ ہم پورے بچے ہوئے نہیں ہیں لیکن ابھی تک باپ گھروں میں پڑے ہیں، باقی کافر دنیا میں تو سارے اُٹھا کر اولڈ ہوم میں پھینک آتے ہیں۔ خود پھر جب پندرہ بیس سال گزرتے ہیں تو یہ باپ کو پھینک کر آیا تھا پھر اس کے بیٹے اسے وہاں پھینک آتے ہیں اور وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ بھی اور وہ بیٹے بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ کل ہمارے سامنے اس نے دادا کو وہاں پھینکا تھا آج ہم پھینک آئے ہیں، پھر دیکھا جائے گا جب ہماری باری آئے گی۔ جب باری آتی ہے، انہیں بھی پھینکا جاتا ہے۔ یہاں بھی شروع ہوچکا ہے بڑے شہروں میں اولڈ ہوم بن گئے ہیں۔ لوگ اپنے بوڑھے ماں باپ، بوڑھے دادا دادی وہاں دے آتے ہیں۔ وہاں لوگوں کے زکوٰۃ، صدقات پہ پلتے ہیں جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے بچوں کو پالا ہوتا ہے، اپنے سینے سے اپنا دودھ پلا کے، اپنا خون پلا کے پالا ہوتا ہے وہ بچے انہیں زکوٰۃ پہ اور صدقات پہ چھوڑ آتے ہیں کہ وہاں کھاؤ۔ اس دنیا کے لئے ہمارے پاس فرصت ہے جس کا انجام یہ ہے اور اس کی بارگاہ کے لئے، اس کے کلام کے لئے، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جاننے کے لیے صبح شام ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہونا چاہیے۔ اللہ کریم ہمیں توفیق دے ہم اپنی صلاح کرسکیں، آدمی کو قبر میں جانے تک اصلاح کی ضرورت رہتی ہے۔ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:99) دنیا آزمائش کی جگہ ہے۔ شیطان اور شیطانی قوتیں موجود ہیں، آخر تک کوشش کرتی رہتی ہیں۔ استقامت اللہ کریم دیتے ہیں، بچانے والا اللہ ہے، اللہ کا فرمان ہے: إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل:65) جو میرے بندے ہوں گے ان پہ تیرا بس نہیں چلے گا۔ سادہ سی بات، اللہ کے بن کے رہو تو شیطان کچھ نہیں کرسکتا،

> سادہ سی بات، اللہ کے بن کے رہو تو شیطان کچھ نہیں کرسکتا، شیطان سے دوستی ذرا سی بھی کرو گے، اسے سلام دینے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ گے تو وہ بازو کھینچ لے گا، رواداری میں بھی کہو گے چلو اس سے ہاتھ ملا لیتے ہیں تو وہ کم از کم بازو کھینچ لے گا اس سے بچنا چاہیے۔

شیطان سے دوستی ذرا سی بھی کرو گے، اسے سلام دینے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ گے تو وہ بازو کھینچ لے گا، رواداری میں بھی کہو گے چلو اس سے ہاتھ ملا لیتے ہیں تو وہ کم از کم بازو کھینچ لے گا اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ کریم اپنے گھر کو آباد رکھے، ہماری حاضری قبول فرمائے، ہمارے گناہ، ہماری خطائیں معاف کردے۔ آئندہ ہمیں گناہ کرنے سے اپنی حفاظت میں رکھے، ہمارے بزرگوں، ہمارے بچوں ہمارے بہن بھائیوں کو سلامتی سے رکھے۔ ان کا دین سلامت ہو، ان کی دنیا سلامت ہو، اللہ کریم اپنے در پہ استقامت نصیب فرمائے، اسے اپنانے اور اللہ کی مخلوق تک پہنچانے کا شرف نصیب ہو جائے۔

اجتماع ختم نہیں ہوتا، اجازت ہے، سارا سال جاری رہتا ہے۔ بعض احباب کے پاس ان مخصوص دنوں میں فرصت نہیں ہوتی، ان کے لئے دروازہ کھلا ہے، جب فرصت پائیں دو دن، چار دن، ہفتہ، دس دن، بیس دن، مہینہ، کوئی قید نہیں، کوئی پوچھنے کی ضرورت نہیں، کوئی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں۔ جس دن فرصت ہوا اپنا بیگ اُٹھائیں السلام علیکم! جتنے دن فرصت ہو رہیں، اللہ اللہ کریں۔ جب جانا ہے تو اللہ حافظ! سارا سال کوئی پابندی نہیں۔ اس اجتماع پہ خواتین پہ پابندی ہوتی ہے کہ چھوٹے بچے نہ لائے جائیں چونکہ بہت رش ہوتا ہے، بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے، اس خصوصی اجتماع کے علاوہ خواتین سارا سال چھوٹے بچے بھی لا سکتی ہیں، بندہ اپنی فیملی کے ساتھ بھی آ سکتا ہے، اکیلے بھی آ سکتا ہے لہٰذا اجتماع آج کل ختم نہیں ہوتا۔ الحمدللہ! سارا سال جاری رہتا ہے۔ یہ خصوصی اجتماع جو تھا یہ اپنی تکمیل کو پہنچا، اجتماع جاری رہے گا، اللہ ہمیں توفیق دے اور احباب کے لئے یہ اللہ کا گھر ہے اس کا دروازہ کھلا ہے، جو یہاں اس خصوصی اجتماع میں شرکت نہیں کر سکے وہ جب بھی فرصت پائیں، جتنی فرصت پائیں، انہیں بتانے کی، اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کا گھر ہے ان کا اپنا گھر ہے، بے دریغ آ جائیں، جب آ جائیں وہ دروازہ کھلا پائیں گے، دل بھی کھلے پائیں گے۔

جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَاعْفُ عَنَّا قَبْلَ ذَالِكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا فِیْ سَفَرِنَا وَ حَضَرِنَا. فِیْ مَالِنَا وَاَهْلِنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِ وَالْاِیْمَانِ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا. اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ. اللہ کریم ہماری لغزشیں، ہمارے گناہ، ہماری خطائیں معاف فرما۔ اللہ کریم ہمارے دلوں کو روشن فرما، ہماری راہنمائی فرما، ہمیں سلامتی کے ساتھ اس دنیا کی آلائشوں سے لے جا، ہمارے والدین کو سلامتی سے لے جا، ہماری اولادوں کو سلامتی سے لے جا، ہمارے بہن بھائیوں کو سلامتی سے لے جا، ہمارے ملنے جلنے والوں کو سلامتی سے لے جا، یا اللہ عامۃ المسلمین کو سلامتی سے لے جا، سب کو ہدایت نصیب فرما، سب کو اپنا نام لینے کی توفیق نصیب فرما، سب کو اپنی اطاعت اور اپنے نبیؐ کے اتباع پر جمع کردے۔ یا اللہ! ہمیں ان مصیبتوں پر جو ہمارے گناہ کے سبب آئی ہیں، معاف کردے۔ تُو ہمیں اس دہشت گردی کی لعنت سے محفوظ فرما۔ سود کی لعنت سے ہماری جان چھڑا۔ ہمارے نظام کو نبی کی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اپنے اس چار ساڑھے چار ہاتھ کے وجود پر تو اسلام نافذ کریں، ہمارا اُٹھنا بیٹھنا، ہمارا جینا مرنا، تیری رضا، تیرے نبیؐ کے اتباع میں سمو جائے۔ اللہ کریم ہماری خوشی، ہمارا غم، ہمارے دُکھ، ہماری مصیبتیں، ہمارے آرام، ہمارا سکون حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کردے، ہمیں ہر حال میں دامن نبوت سے پیوستہ رکھ، ہمارے والدین کو پیوستہ رکھ، ہماری اولادوں کو پیوستہ رکھ،

ہمارے بہن بھائیوں، دوستوں، ملنے جلنے والوں، شاگردوں کو یااللہ! یہ نعمت نصیب فرما۔ اللہ کریم اس ملک کو قائم رکھ۔ اللہ کریم اس ملک خداداد کو قائم رکھ۔ اللہ کریم یہ ملک تیری عطا، تیرا انعام ہے، اسے قیامت تک قائم رکھ اور اس پر اپنے دین کی حکومت قائم فرما، ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم اپنے آپ پر اسلام نافذ کریں۔ یہ بیس کروڑ بندے اپنی ذات پہ اسلام نافذ کریں۔ یااللہ! ساری دھرتی پہ نافذ ہو جائے، ہمیں یہ سننے کی یہ سوچنے کی، یہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کریم ہمیں عدل پہ قائم رکھ، انصاف کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کریم ہمارے ان شہداء کو جو اس ملک کی سلامتی کے لئے جو قیام امن کے لئے جانیں دے رہے ہیں انہیں قبول فرما، انہیں اپنے کرم سے نواز، انہیں واقعی شہادت عطا کر دے۔ تُو کریم ہے، ہمارے غازیوں کی حفاظت فرما، ان جانبازوں کی حفاظت فرما جو ملک کی حفاظت کے لئے، تیرے دین کی حفاظت کے لئے، تیری مخلوق کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت سربکف ہیں۔ یااللہ غازیوں، مجاہدوں کی حفاظت فرما۔ اے میرے رب کریم خود ہمیں عدل کی توفیق عطا فرما تاکہ ہمارے حاکم بھی ہم پر عدل کریں۔ اللہ ہمیں یہ سمجھنے کی توفیق عطا فرما کہ جب ہم خود ظلم کریں گے تو ہم پر عادل حاکم اللہ مسلط نہیں کرتا، ہمارے اپنے کام میں عدل آئے گا جب، تو ہم پر حاکم بھی عادل آئیں گے۔ نظام بھی عادلانہ ہو جائے گا۔ اللہ یہ فلسفہ سمجھنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں اس پر کاربند کر دے۔ اپنے کرم سے اپنی نعمتوں سے ہمیں محروم نہ فرما۔ ہمارے دلوں کو روشن رکھ، زندگی میں، وقت موت، برزخ میں، قبر میں، وقت حیات، قیامت کے دن، یااللہ! یہ دل تیرے نام سے دھڑک رہا ہو، ہمارے لئے یہ درجہ کافی ہے۔ سب سے بڑا یہ درجہ ہے، اے اللہ! تیرے نام سے دھڑکنا سیکھ جائے۔ سفر میں حضر میں، خواب میں، بیداری میں حتیٰ کہ زندگی، موت، میدانِ حشر میں تیرے نام سے دھڑکتا رہے۔ یااللہ! ہماری یہ آرزو پوری فرما، تو ہر چیز پہ قادر ہے۔ ہم کمزور لوگ ہیں، اللہ ہم پہ دنیوی امتحان نہ بھیج، ہمیں آزمائش سے بچا، ہم آزمائش نہیں اُٹھا سکتے۔ ہمارے گناہ معاف کر، ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرما۔ یااللہ! ہمارے دلوں کو نیکی کی طرف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی طرف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی طرف پھیر دے۔ یااللہ! اس قوم کو آپس کے جھگڑوں سے نجات عطا فرما۔ یہ تیرا عذاب ہے، جب ہم آپس میں لڑتے ہیں تو یہ ہمارے کردار کی وجہ سے عذاب آتا ہے۔ یااللہ! ہم تو ایسے ہی ہیں، تُو تو کریم ہے ہم پہ کرم فرما۔ ہمیں ہدایت دے، ہمیں نفرتوں کی بجائے محبتیں عطا کر، ہم نفرتیں نہ بانٹیں، محبت بانٹنے والے بنیں۔ اللہ کریم ہمیں اتفاق محبت، خیر و برکت نصیب فرما۔ ہمارے رشتے، ہمارے تعلقات محبتوں کے ہوں۔ خیر و برکت کے ہوں، شرافت کے ہوں، دین کے ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کے اندر ہوں۔ تیرے حکم کے مطابق ہوں۔ اللہ کریم ہمیں اصلاح کی توفیق عطا فرما، تُو ہر چیز پہ قادر ہے۔ رب کریم ہم تیرے محتاج بندے ہیں ہم کمزور ہیں۔ یااللہ! ہمارا نفس ہمیں بہکا لیتا ہے۔ شیطان کے پیچھے لگ جاتا ہے، ہمیں شیطان بہکا لیتا ہے ہم نہیں مقابلہ کر سکتے۔ پروردگارِ عالم تُو ہمیں بچا، ہم کچھ نہیں ہیں، ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تُو کرم فرما، تُو ہمیں ان ظالموں کے چنگل سے بچا، تُو ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں سلامتی عطا فرما، اس دنیا میں برزخ میں، آخرت میں، اپنے بندوں میں شمار فرما۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

ہدیۂ نعت

دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل
جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

سورۃ السجدہ، سورۃ الاحزاب

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

اسباب کی طرف التفات نہ کرنا

قولہٗ تعالیٰ: مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ (السجدہ:4)

ترجمہ: بدون اس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا۔

''اس میں اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف التفات اور ان پر اعتماد کرنا چاہیے۔''

یعنی اللہ کے سوا کوئی مدد کرنے والا، کام کرنے والا نہیں ہے اس لئے بندہ جو اسباب اختیار کرتا ہے جو تدبیر کرتا ہے اسی پر بھروسہ نہ کرے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ترک سبب بھی جائز نہیں۔ اسباب اختیار کرے لیکن بھروسہ اللہ پر ہو، اسباب پر بھروسہ نہ ہو۔

حق تعالیٰ کی تدبیر پر مستغنی ہوجانا

قولہٗ تعالیٰ: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (السجدہ:5)

ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

''اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر نظر کر کے اپنی تدبیر سے مستغنی ہوجاوے۔''

یہ بڑی لطیف بات حضرت نے لکھ دی کہ جسے یہ سمجھ ہو، جسے یہ شعور ہو، جسے یہ ادراک ہو کہ وہ تدبیر الٰہی کو سمجھ سکے تو پھر اس کے مقابلے میں اپنی تدبیر نہ کرے لیکن ایسے لوگ صدیوں میں کوئی ہوتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے جو صدیوں میں ہوتے ہیں۔ دو چار پانچ سو سال بعد کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جسے اس قدر بلندی منازل نصیب ہو، اس قدر علم قلبی نصیب ہو اور اس قدر علم لدنی نصیب ہو کہ وہ تدبیر الٰہی کو سمجھ سکے۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ ہر کام کے پیچھے تدبیر الٰہی ہے لیکن ہر کام کے پیچھے ہمیں اسباب نظر آتے ہیں، تدبیر الٰہی نظر نہیں آتی۔ تو یہ ان خاص لوگوں کے لئے ہے جو تدبیر الٰہی کو سمجھ سکے، پھر اس کے مقابلے میں اپنی تدبیر نہ کرے۔

سب اشیاء کا حسن ہونا

قولہٗ تعالیٰ: الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (السجدہ:7)

ترجمہ: جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔

''اس میں ارشاد ہے کہ کسی مخلوق کو قبیح نہ سمجھے، فی نفسہٖ سب اچھے ہیں۔''

وہی بات جو پہلے ہو چکی کہ جس چیز کو، جس کام کے لئے اللہ نے بنایا ہے اگر بندے کو وہ سمجھ آجائے تو پھر اسے چیونٹی میں بھی کمال تخلیق نظر آتا ہے، اور بڑی سے بڑی نعمت میں اگر اس کا استعمال سمجھ میں نہ آئے اور اس کا فائدہ سمجھ نہ آئے تو بندہ اسے فضول سمجھتا ہے۔

اطوار وجود میں انسان کا تدرج

قولہ تعالیٰ: وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (السجدہ:7)

ترجمہ: اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع فرمائی۔

''اس میں اشارہ ہے اطوار وجود میں انسان کے تدرج کی طرف۔''

فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ وجود انسانی آہستہ آہستہ تدریج کے ساتھ درجہ بدرجہ بنایا گیا۔ تو امور میں تدریج کا احساس رکھنا چاہیے کہ قدرت کا قانون یہ ہے کہ ہر کام درجہ بدرجہ ہوتا ہے اور پھونک مارنے سے فوراً الٹ پلٹ نہیں ہو جاتا۔

اعمال واحوال فاضلہ

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (السجدہ:16)

ترجمہ: بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

''اس میں کامل الایمان لوگوں کا حال اور سجود وتسبیح وتحمید و تواضع لِلّٰہ کی علوشان مذکور ہے۔''

فرماتے ہیں اس آیت میں ان کامل الایمان اللہ کے نیک بندوں کی علوشان اللہ نے بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اللہ کی آیتیں یاد کرتے ہیں، پڑھتے ہیں، سمجھتے ہیں تو اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ یعنی جب اللہ کی عظمت کیفاً دل میں آجاتی ہے اور ایک کیفیت بن جاتی ہے تو پھر اپنی بڑائی یا تکبر کا خیال دل میں نہیں لاتے۔ تو اس میں کامل الایمان لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

صفات الکمال وتکمیل

قولہ تعالیٰ: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الیٰ قولہ تعالیٰ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (السجدہ:16)

ترجمہ: ان کے پہلو خواب گاہوں سے (تا قولہٗ تعالیٰ اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

''شروع میں صفات کمال کی طرف اور آخر میں تکمیل کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی معارف وفیوض کا بدل کرتے ہیں۔''

فرماتے ہیں آیت میں ہے کہ ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، یہ ہے ابتدا وصول الی اللہ کی اور وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۶ جو کچھ نعمتیں ہم انہیں دیتے ہیں ان کو آگے بانٹتے ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، یہ اشارہ ہے کمال کی طرف کہ ابتداً مجاہدہ کرتا ہے، راتوں کو جاگتا ہے، محنت کرتا ہے تو حاصل کرتا ہے۔ سارے لوگ جو پڑھتے ہیں وہ استاد تو نہیں بن جاتے، پڑھانے والے تو نہیں بن جاتے۔ کوئی خوش نصیب ہوتے ہیں جو اتنا حاصل کر لیتے ہیں کہ پھر وہ آگے تقسیم کرتے ہیں، پھر ان کو وہ منصب مل جاتا ہے کہ آگے لوگوں کو وہ چیز پہنچائیں۔ اس کی ابتدا میں صفاتِ کمال کی طرف آخر میں تکمیل کی طرف اشارہ ہے۔

حرص دنیا کا عذاب ہونا

قولہ تعالیٰ: وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ (السجدہ:21)

ترجمہ: اور ہم ان کو قریب کا عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھادیں گے۔

"بعض نے کہا ہے کہ عذاب ادنیٰ حرص علی الدنیا ہے اور عذاب اکبر اس حرص پر جو سزا ہوگی۔"

ارشاد باری ہے کہ ہم ان کو قریب کا عذاب بھی بڑے عذاب سے پہلے چکھادیں گے۔ جو عذاب دنیا میں آجائے وہ قریب کا عذاب ہے، یعنی دنیا میں بھی ان پر عذاب آجائے گا۔ آخرت کے عذاب سے پہلے تو علما فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو عذاب ہے، سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ دولت دنیا کا لالچ پیدا ہوجاتا ہے جو دین سے غافل کردیتا ہے۔

علامات شیخ کامل

قولہ تعالیٰ: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ (السجدہ:24)

ترجمہ: جبکہ انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے بہت سے پیشوا بنادیے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔

"اس میں شیخ کامل کی علامات ہیں اور جو بدون ان علامات کے مرشد ہونے کا مدعی ہو وہ ضال مضل ہے۔"

فرمایا اس میں دو باتیں ہیں جو ارشاد فرمائی گئی ہیں يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں یعنی جو حکم دیتے ہیں، جو تعلیم دیتے ہیں، جو بات کرتے ہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات اور ہدایت کا سبب ہوتی ہے۔ دوسری بات لَمَّا صَبَرُوا صبر ہوتا ہے اپنے آپ کو روک لینا۔ گناہ سے رک جانا حقیقی صبر ہے لیکن اس پر قائم رہنا صبر کی حقیقت ہے۔ چونکہ ہر شخص میں نفس انسانی ہوتا ہے، ہر شخص کی خواہشات بھی انسانی ہوتی ہیں تو جو اللہ کے بندے ہیں وہ ان خواہشات سے جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی رک جاتے ہیں، یہ حقیقی صبر ہے۔ تو اس میں صبر بھی ہو کہ گناہ سے رک جائے اور اسے اللہ کی آیات پر کامل یقین بھی ہو، کامل الایمان بھی ہو، تو یہ نشانیاں ہیں کسی کے شیخ ہونے کی۔ جس بندے میں یہ نشانیاں ہیں وہ شیخ ہے اگر یہ بات نہیں ہے اور ان علامات کے بغیر مرشد ہونے کا مدعی ہے تو فرمایا وہ ضال مضل ہے۔ خود بھی گمراہ ہے جو اس کی بات سنے گا وہ بھی گمراہ ہوجائے گا۔

منکرین اولیاء سے اعراض:

قولہ تعالیٰ: فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُونَ (السجدہ:30)

ترجمہ: سو ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے کہ آپ منتظر رہیے اور یہ بھی منتظر رہیں۔

"اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ عارفین اور سالکین کے کمالات کے منکر ہوں، ان کا استہزاء کرتے ہوں جب وہ، تو ان سے اعراض مناسب ہے کہ ان کے ہلاک کا انتظار کریں کہ ضرور ان پر وبال آنے والا ہے۔"

فرمایا جو لوگ اہل اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں، ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر سمجھانے سے وہ بات نہ سمجھیں تو پھر ان سے اعراض یعنی ان کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔ پھر ان کو اللہ کے حوالے کردے اور سمجھ لے کہ اللہ کریم ان سے خود نمٹ لیں گے۔

سورۃ الاحزاب

کسی سے تکالیف شرعیہ کا ساقط نہ ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ (الاحزاب:2)

ترجمہ: اور آپ، آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلیے۔

''اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ کوئی کامل کسی ایسے مقام پر نہیں پہنچتا کہ اس پہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جائیں۔

یعنی جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہے کہ آپ پر جو وحی کی جاتی ہے اس پر عمل فرمائیے تو پھر اور کون ہے جس پر شریعت کا حکم ساقط ہو سکتا ہے؟ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ پہنچ گیا ہے، اب انہیں نماز روزے کی ضرورت نہیں ہے، ان پر شرعی احکام نہیں ہیں، یہ غلط ہے۔

نفس کا ایک آن واحد میں دو طرف متوجہ نہ ہونا اور اس پر بعض تفریعات:

قولہ تعالیٰ: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ (الاحزاب:4)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

''اس میں اس قول کی اصل ہے کہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس سے بہت سے فروع کو مبنی کیا ہے مثلاً وسوسے کا علاج کیا گیا ہے کہ ذکر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس مقام سے اس شخص کا کذب ظاہر ہوتا ہے جو تسبیح بھی پھیرتا رہتا ہے اور باتیں کرتا رہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں عین باتیں کرنے میں مشغول بالذکر رہتا ہوں۔''

اس آیہ کریمہ میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ انسان کسی بھی وقت دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے سینے میں ایک ہی دل ہے، کسی کے سینے میں دو دل نہیں ہیں یعنی دو طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ تو ایک بات تو یہ ارشاد فرمائی کہ وسوسہ کا علاج ذکر الٰہی ہے۔ جب وسوسہ آتا ہے آپ ذکر کی طرف متوجہ ہو جائیں، تو بندہ دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا وسوسہ جاتا رہے گا۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ بعض لوگ تسبیح بھی پھیرتے رہتے ہیں اور باتیں بھی کرتے رہتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ میں باتوں میں بھی ذکر کرتا رہتا ہوں۔ فرمایا یہ غلط کہتے ہیں، آدمی ایک وقت میں دو طرف متوجہ ہو نہیں سکتا۔ جب باتیں کرتا ہے ذکر نہیں کرتا، جب ذکر کرتا ہے باتیں نہیں کرتا۔

پیر کے حقوق اور پیر بھائیوں کے حقوق:

قولہ تعالیٰ: فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ مع قولہ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ (الاحزاب:5-6)

ترجمہ: تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں... تا... مومنین کے ساتھ ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

''سگے بھائیوں کے اور پیر کے حقوق مثل باپ کے ثابت ہوئے چنانچہ حق تعالیٰ نے مشارکین فی الدین کو اخوان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیبیوں کو مومنین کی مائیں فرمایا۔''

فرمایا ایک شیخ کے جو مرید ہوتے ہیں یا جو طالب ہوتے ہیں۔ جنہیں پیر بھائی کہا جاتا ہے تو واقعی اس آیت سے ثابت ہے۔ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ کہ دین میں یکسو ہونا، ایک بات پہ متفق ہونا، ایک شیخ کے ساتھ رہنا یہ بھی بھائیوں کی طرح ایک رشتہ ہے اور اس کے تقدس کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور شیخ کے حقوق باپ کی طرح ثابت ہوئے۔ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو مومنین کی مائیں فرمایا ہے۔

اکرم التفاسیر

سورۃ الجاثیہ: آیات 27 تا 37

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ
اور اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی
السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ
اس روز اہل باطل خسارے میں پڑ جائیں گے۔ اور آپ ہر فرقے کو دیکھیں گے کہ
جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا
گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے ہر فرقہ اپنے نامہء اعمال کی طرف بلایا جائے گا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا
آج تم کو تمہارے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ یہ ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلے میں ٹھیک ٹھیک
كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بول رہا ہے تم جو کچھ کیا کرتے تھے، ہم لکھواتے جاتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ
اور نیک کام کرتے رہے تو ان کے پروردگار ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیں گے یہ
هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ
بڑی واضح کامیابی ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا) بھلا ہماری آیتیں تم کو
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا
پڑھ کر سنائی نہ جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم نافرمان لوگ تھے۔ اور جب
قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا
کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں، تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے
نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ
کہ قیامت کیا ہے؟ محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو (اس پر)
بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا
یقین نہیں۔ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا
(عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔ اور ارشاد ہوگا جس طرح تم نے
نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے (پرواہ نہ کریں گے)
نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے
هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا
اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ تو یہ لوگ اس (دوزخ) سے
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ
نکالے جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی۔ سو تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جو آسمانوں کا رب ہے
وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ
اور زمین کا رب ہے (اور) تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں
وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾
اسی کی بڑائی ہے اور وہ غالب (اور) دانا ہے۔

زمین و آسمان اللہ کی بادشاہت کے تابع ہیں:

کفار کو یہ گمان تھا کہ کوئی آگ میں جل گیا، کوئی سمندروں میں ڈوب گیا، کسی کو درندے کھا گئے، جو دفن ہوا اسے مٹی کھا گئی تو یہ

دوبارہ زندہ کیسے ہوں گے؟ اللہ کریم فرماتے ہیں: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ اور اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہلِ باطل خسارے میں پڑ جائیں گے۔

فرمایا، تم تو خاک ہوکر ذرّات بن کر زمین پر ہی پھیلتے ہو۔ اللہ کی سلطنت زمین کے ہر ذرّے پر ہے۔ زمین تو زمین، آسمان بھی اس کی بادشاہت کے تابع ہے۔ زمین و آسمان اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ اگر مرنے کے بعد بالفرض تمہاری خاک کے ذرّات آسمانوں پر بھی چلے جائیں تو اُس کے لیے انہیں جمع کرنا کیا مشکل ہے! تم اس کی سلطنت سے باہر نہیں جاسکتے۔ زمین و آسمان کی اور ساری مخلوق اس کی بادشاہت کے تابع ہے۔ آج تم مان کر نہیں دے رہے۔ اس حقیقت کی تمہیں تب سمجھ آئے گی جب قیامت قائم ہوجائے گی۔ پھر تمہیں پتا چلے گا کہ تم کتنے نقصان میں رہے اور اس کا انکار کر کے تم نے اپنے لیے تباہی کے کتنے سامان پیدا کر لیے!

سب سرِ تسلیم خم کیسے ہوں گے:

فرمایا: وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور آپ ہر فرقے کو دیکھیں گے کہ گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے۔ ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تم کو تمہارے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ اس روز ہر فرقہ گھٹنوں کے بل ہوگا۔ کوئی سرکشی نہیں کر سکے گا۔ گھٹنوں کے بل ہونے کا حقیقی معنی سے مراد ہے کہ سرِ تسلیم خم کر دینا۔ اپنی عاجزی قبول کر لینا، محاورے میں استعمال کیا جائے تو بھی یہی معنی ہے۔ اس دن کسی میں جرأت نہیں ہوگی کہ انکار کرے۔ ہر فرقے کو اس کے نامۂ اعمال کے مطابق عطا کیا جائے گا۔ اسے اس کے اپنے کردار کی طرف بلایا جائے گا کہ یہ تمہارا عقیدہ تھا، یہ نظریہ تھا، یہ تمہارا عمل تھا، یہ تمہاری گفتگو تھی۔ ہر ایک کا کردار اپنا اپنا تھا اور نتیجہ بھی اپنا ہوگا۔ دارِ عمل گزر گیا۔ عمل کی فرصت ختم ہوئی۔ اب بدلے کا دن ہے۔ جو کرتے رہے ہو آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اچھائی کا بدلہ انعامات ہوں گے اور برائی کا بدلہ سزا ہوگی۔ جو کما کر لائے ہو آج وہ مل جائے گا۔ اس دن ہر کوئی سرِ تسلیم خم کیے ہوگا۔ یہی کام منکرین دنیا کی مہلتِ عمل میں کر لیتے تو کتنا انعام پاتے!

فرمایا: هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یہ ہمارا دفتر ہے جو تمہارے لیے ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، تم جو کچھ کیا کرتے تھے، ہم لکھواتے جاتے تھے۔

ہم نے کراماً کاتبین مقرر کر رکھے تھے۔ جو لفظ تمہارے منہ سے نکلتا تھا، جو کام تم کرتے تھے وہ لکھ لیتے تھے۔ آج یہ تمہارا سارا اعمال نامہ ہے۔ اللہ اتنے کریم ہیں کہ دنیا میں ہی آخرت کا نقشہ کھینچ کر دکھا رہے ہیں وہ ایسا کریم ہے کہ انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ معاملہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ فرشتوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اگر دلی ارادے یا سوچ میں برائی آگئی لیکن انسان نے اس پر عمل نہیں کیا، رک گیا تو معاف کر دیتا ہے۔ اس پر سزا نہیں دیتا۔ نیکی کی کوئی سوچ آئی، ارادہ کیا پھر وہ نیکی نہیں کر سکا تو اس نیکی کی سوچ پر بھی اجر اور انعام دیتا ہے۔ اللہ کریم تو بہت رعائتیں دیتے ہیں لیکن کسی کو حاصل کرنے کا خیال تو ہو!

قیامت کا دن بڑا بھاری ہوگا۔ بہت مشکل وقت ہوگا۔ گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے، منکرین کو جھڑک پڑ رہی ہوگی وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى (النّزِعٰت: 36) اور دیکھنے والوں کے لیے دوزخ سامنے لائی جائے گی۔ جہنم سامنے ہوگی، اعمال نامے پڑھائے جا رہے ہوں گے صرف دوزخ نہیں لائی جائے گی۔ جنت بھی زیادہ دور

نہیں ہوگی۔ سچی سچائی ہوگی۔ جس لمحے کافر کو یہ دردناک عذاب دکھائے جارہے ہوں گے اسی لمحے وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ غَيۡرَ بَعِيۡدٍ (ق:31) اور جنت پرہیزگاروں کے لیے قریب لائی جائے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی۔

حقیقی کامیابی:

فرمایا: فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ‌ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ۝ سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے تو ان کے پروردگار ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیں گے یہ بڑی واضح کامیابی ہے۔

حقیقی کامیابی یہ ہے کہ میدانِ حشر میں جب کفار پر عتاب ہو رہا ہو، جہنم دہک رہا ہو، سورج آگ برسا رہا ہو، زمین تانبے کی طرح تپتی ہوئی ہو، غضبِ الٰہی کی گرج ہو، اس وقت رحمتِ الٰہی کے سائے میں، بہترین ماحول اور فضا میں کوئی محفوظ و مامون کھڑا ہو! یوں تو ساری عمر ہر کوئی کامیابی کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے لیکن اصل کامیابی یہ ہے۔ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَـنَّةَ فَقَدۡ فَازَ (اٰل عمران:185) جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو یقیناً وہ مراد کو پہنچا۔ یہی وہ حقیقی اور واضح کامیابی ہے۔

اہلِ باطل کے لیے ابدی خسارہ:

رہی بات کافروں کی تو وہ ابدی خسارے میں ہوں گے۔ ایک ہی میدان میں اللہ کی ایک ہی مخلوق ہوگی لیکن ایک طبقے پر غضب برس رہا ہوگا، کیوں کہ انہوں نے دنیا میں باطل کا انتخاب کیا تھا۔ فرمایا: وَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۚ اَفَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَاسۡتَكۡبَرۡتُمۡ وَكُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ۝ اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا) بھلا ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی نہ جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم نافرمان لوگ تھے۔ دنیا میں تمہارے سامنے انبیاؑ تشریف لائے، کتابیں نازل ہوئیں۔ دعوت الی اللہ تم تک پہنچی۔ تم اکڑ گئے کہ ہم اپنی مرضی سے جئیں گے، ہم اللہ کی غلامی قبول نہیں کرتے۔ یہ تکبر ہے۔

دورِ حاضر کا فتنہ:

آج کے دور کا نیا فتنہ یہ ہے کہ ''یہ میری زندگی ہے، میں اسے اپنی مرضی سے جیوں گا۔'' نئی نسل کو یہ باور کرادیا گیا ہے کہ اپنی زندگی، اپنی مرضی سے جینا چاہیے۔ پتا نہیں یہ غلط فہمی کہاں سے پیدا ہوگئی؟ زندگی تمہاری اپنی کیسے ہے؟ کیا تم نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا، بینائی، شنوائی، گویائی، توانائی یہ سب قوتیں تم نے خود اپنے وجود میں پیدا کیں؟ تم اپنی مرضی سے مروگے؟ تمہارا کچھ بھی دخل نہیں تو یہ زندگی تمہاری کیسے ہے؟ یہ زندگی اپنی ہے نہ وجود اپنا ہے نہ استعداد اپنی ہے نہ کائنات اپنی ہے۔ سب اس کی عطا ہے۔ زندگی جس کی عطا ہے اس کے حکم کے مطابق اپنی زندگی چل رہی تھی اس نے ختم کرلی کوئی جرم نہیں ہوتا لیکن زندگی اللہ کی امانت تھی اس نے دخل اندازی کی تو حرام کام کیا۔ زندگی اللہ کی عطا ہے اسے اطاعت کے دائرے کے اندر صرف کرنی چاہیے۔

اہلِ باطل کو بھی یہی کہا جارہا ہے کہ تم پر اللہ کی آیات پیش کی جاتی تھیں، انبیاؑ کی تبلیغ تم لوگوں تک پہنچی تھی لیکن تم اکڑ جاتے تھے۔ کہتے تھے یہ ہماری اپنی زندگی ہے ہم جو چاہیں کریں۔ تم من حیث القوم نافرمان لوگ تھے۔ اللہ کی کائنات میں اس کے حکم کے خلاف کرنا جرم ہے تم جرم کرتے تھے۔ آج اللہ کی مخلوق رحمتِ الٰہی کے بارانِ رحمت میں موج کررہی ہے۔ جنت کی ہوائیں چل رہی ہیں، انعامات ہورہے ہیں اور تمہارے سامنے جہنم ہے۔ غضبِ الٰہی کا نزول ہورہا ہے آج شکوہ کیوں کرتے ہو؟ زندگی اللہ کی امانت تھی۔ ان لوگوں نے اسے اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کیا تمہیں جب یہ باتیں پہنچائی گئیں تو تم نے تکبر کیا۔ تم تھے ہی نافرمان!

وَاِذَا قِيۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيۡبَ

فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں، تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو (اس پر) یقین نہیں۔

جب تمہیں دنیا میں کہا جاتا تھا کہ کائنات کا سارا نظام اس پر گواہ ہے کہ قیامت ضرور قائم ہوگی۔ اللہ کا حکم بھی ہے۔ اللہ کی کتاب میں بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ قیامت قائم ہوگی اس میں کوئی شبہ نہیں تو تم کہتے تھے لوگ مر گئے قصہ ختم۔ ہاں! لوگ قیامت کے بارے باتیں کرتے ہیں تو ہمیں وہم سا ہوتا ہے کہ اتنے لوگ کہتے ہیں شاید کچھ ہو لیکن اس پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ یقین نہیں آتا کہ ایسا ہوگا۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا۔

ان کا کردار مجسم ہو کر ظاہر ہو جائے گا۔ کردار کا ایک وجود ہوگا جو کھل کر سامنے آ جائے گا یہ کفر ہے، یہ تکبر ہے، یہ لالچ اور یہ بدکلامی! ہر بُرا عمل ظاہر ہو جائے گا۔ دنیا میں کوئی کفر بکتا ہے یا گالی دیتا ہے تو کچھ مجسم نہیں ہوتا اس کی کیفیت ہے جو معنوی طور پر دل پر وارد ہوتی ہے قیامت کو سب برائیاں مجسم سامنے آ جائیں گی اور جس حساب کتاب کے دن کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کے گلے پڑ گیا۔ اب یہ اس سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٣٤﴾ اور ارشاد ہوگا جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے (پرواہ نہ کریں گے) اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

اللہ کے بُھلا دینے سے کیا مراد ہے:

اللہ کا علم اس کی ذات کی طرح قدیم ہے۔ جس کے بھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح کے الفاظ کی نسبت جب اللہ کریم کی طرف ہوتی ہے تو اس سے معنیٰ بعید مراد ہوتا ہے۔ معنیٰ بعید اس معنیٰ کو کہتے ہیں جو اس لفظ یا جملے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بھلا دینے کے لفظی معنیٰ ہیں، یاداشت سے، ذہن سے نکل جانا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس چیز کی کوئی پروا نہیں رہتی۔ جو چیز یاد ہی نہ رہے تو اس کی پروا بھی نہیں رہتی کہ وہ ٹوٹ گئی اس پر گرد پڑ رہی ہے یا اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے! ایسے لفظ کی جب اللہ کریم کی طرف نسبت ہوئی ہے تو اس سے مراد ہے کہ جس طرح دنیا میں تمہیں ہماری عظمت کی پروا نہیں تھی آج ہمیں تمہاری کوئی پروا نہیں ہے کہ جہنم کے کس گوشے میں جل رہے ہو، کس عذاب میں ذلیل ہو رہے ہو! جس طرح تم نے یومِ حشر کو بھلا رکھا تھا، آج ہم نے بھی تمہارے ساتھ وہی سلوک کرنا ہے جو بھولی بسری چیزوں سے ہوتا ہے۔ کوئی پروا نہیں کہاں گئی۔ آج تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہاں کوئی کسی کی مدد کرنے والا نہیں۔

یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ تم دنیا میں اللہ کے احکام کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کہتے تھے بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے؟ یہ بھی کوئی بات ہے! ایسا کیوں کیا جائے وغیرہ۔ ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾

یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ تو یہ لوگ اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی ان کی توبہ قبول ہوگی۔

(بقیہ صفحہ 42 پر)

5-5-2017

شرح مشکوٰۃ المصابیح

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کی طرف اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا ہوجاؤں۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ یہ صحابی انس بن مالکؓ انصاری ہیں۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ اُن کی فضیلت یہ ہے کہ یہ نو سال کی عمر میں خدمتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آئے اور دس سال مدنی حیاتِ طیبہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ اُن کی والدہ نے انہیں خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں چھوڑا تھا اور دعا کے لیے عرض کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے دعا فرمائی۔ انہوں نے تقریباً سو برس عمر پائی۔ اکانوے ہجری میں اُن کا وصال بصرہ میں ہوا۔ آپؓ آخر میں بصرہ آ گئے تھے۔ وہاں فقہ اور تفسیر اور حدیث پڑھاتے تھے۔ بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت یافتہ تھے، صحبتِ عالی میں پڑھے ہوئے تھے۔ آپؓ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو آخر میں فوت ہوئے۔ جب صحابہ کرام کا عہد ختم ہو رہا تھا تو جو چند صحابہ جن کا آخر میں وصال ہوا، حضرت انسؓ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ تم میں سے کوئی با ایمان نہیں ہوسکتا حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ جب تک کہ میں اُسے اپنے والدین، اپنی اولاد اور دنیا کے ہر انسان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق۔ کلمہ گو جو بھی ہے جیسا بھی ہے، جتنا گنہگار ہے، خطا کار ہے، کلمہ پڑھتا ہے تو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ ہے لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ محبت کسے کہتے ہیں؟ محبت دو قسم سے ہے۔ محبت کی ایک قسم فطری ہے، وہ بندے کے اختیار میں نہیں ہوتی جیسے ماں کو بچے سے محبت ہوتی ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو انسان کا بچہ پالنا بہت مشکل ہے، لیکن وہ فطری ہے اُس میں عقل کا دخل نہیں ہے۔ وہی بچہ جب جوان ہوجاتا ہے، اُسے ماں کی تربیت کی ضرورت نہیں رہتی تو ماں بیٹا لڑتے بھی ہیں۔ وہی ماں جو لوریاں دیتی تھی وہ بعض اوقات بددعائیں بھی دیتی ہے۔ وہ محبت عنقا ہوجاتی ہے۔ وہ محبت فطری جذبہ ہے جو ضرورت کے تحت ہوتا ہے۔ اسی طرح باپ کو بھی اولاد سے ایک فطری محبت ہوتی ہے۔ نہ ہوتی تو اتنے بچوں کو پالنا، اُن کے لباس کا، اُن کے کھانے پینے کا، تعلیم کا انتظام کرنا، اُن کے لیے دن بھر مزدوری کرنا، کون کرتا؟

یہاں اس فطری محبت کی بات نہیں ہو رہی۔ وہ تو انسان کے اختیار میں نہیں، بس میں نہیں ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہوجاتی ہے، فطری ہے۔ نظامِ دنیا کے لیے اُس کی ضرورت ہے، اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھ دی۔ شعوری محبت وہ ہے جو جان بوجھ کر کی جاتی

ہے، جس کا فیصلہ انسان کرتا ہے۔ جیسے ہم یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ مجھے دولت سے بہت محبت ہے۔ ایسے لوگوں کے بھی حالات میں نے پڑھے ہیں جو امیر بھی تھے، قیمتی گاڑیاں بھی تھیں اور گاڑی میں بھی وہ نوٹوں کے بنڈل رکھتے تھے اور اُنہیں گنتے رہتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ گنے ہوئے نہیں ہوتے تھے، اُن سے پیار اتنا تھا کہ اُنہیں گاڑی میں بیٹھ کر گنتے رہتے تھے۔ یہ فطری محبت نہیں ہے، یہ ارادی ہے۔ جان بوجھ کر ہم اسے بناتے ہیں۔ کسی کو سونا محبوب ہے، کسی کو عہدہ محبوب ہے، کسی کے لیے سیاست میں قدم رکھنا محبوب ہے۔ لوگ اس کے لیے مرجاتے ہیں، قیدیں کاٹتے ہیں، جیلیں کاٹتے ہیں، بدنامیاں ہوتی ہیں، الزام لگتے ہیں، عدالتوں میں کھینچے جاتے ہیں لیکن پیچھے نہیں ہٹتے۔ کہتے ہیں میں نے وزیر بننا ہے، میں نے وزیر اعظم بننا ہے۔ یہ ارادی محبت ہے۔ انہوں نے خود فیصلہ کیا ہے کہ میں نے یہ چیز حاصل کرنی ہے، اُس کے لیے جانیں بھی دیتے رہتے ہیں۔ یہ جو اِرادی محبت ہے یہ مطلوب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہو کہ ساری کائنات سے بڑھ کر ہو۔

دعویٰ تو ہر کوئی کرتا ہے۔ اس کے انداز مختلف ہیں مثلاً ہم محبت میں نعت لکھتے ہیں، محبت میں نعت سنتے ہیں لیکن عموماً جسے ہم نعت کہتے ہیں وہ نعت ہوتی نہیں ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد و نعت ہیں، جس میں اللہ کی تعریف ہوتی ہے اُسے حمد کہتے ہیں۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درجات بیان کئے جائیں وہ نعت ہے۔ لیکن ہم کیا نعت لکھتے ہیں؟ ''بھر دو جھولی میری یا محمدؐ!'' اب یہ نعت تو نہیں ہے، یہ تو اپنی جھولی بھرنے کی بات ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعریف؟ یہ تو اغراضِ ذاتی کی بات ہو رہی ہے۔ یہ تو خواہشات کا اظہار ہو رہا ہے، کچھ لینا چاہتے ہیں حالانکہ محبت لینے پر نہیں رہتی، محبت دینا چاہتی ہے۔ محبت کا منشاء صرف محبوب کی رضا ہوتا ہے۔ محبت کرنے والا صرف محبوب کی رضا مانگتا ہے۔ جو کچھ پاس ہے وہ بھی نچھاور کرنا چاہتا ہے حتیٰ کہ جان بھی دینی پڑے تو دے دیتا ہے کہ محبوب راضی رہے۔ وہ لینے کے لیے نہیں کہتا کہ مجھے پیسے دے دو، مجھے عہدہ دے دو، میری بیماری ٹھیک کر دو، اسے یہ پرواہ نہیں ہوتی کہ بیار ہے یا مال چلا جائے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ جان بھی چلی جائے میرا محبوب راضی ہو جائے۔ کسی اُردو شاعر نے کہا تھا:

محبت کیا ہے تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں
تیرا مجبور کردینا میرا مجبور ہوجانا

عربی شاعر کہتا ہے:

فان المحب من یحب مطیع۔

محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اُس کا بے دام غلام ہوجاتا ہے۔ نوکر ہوجاتا ہے بغیر اُجرت کے، بغیر تنخواہ کے اُس کا غلام ہوجاتا ہے۔ تو محبت تقاضا کرتی ہے محبوب کی رضا کا۔ محبوب کی رضا اُس کی مخالفت میں ہے یا اُس کے اتباع میں ہے؟ آپ محبوب کی بات مانیں گے تو وہ راضی ہے، نہ ماننے میں تو راضی نہیں ہے۔ تو محبت رسالت پناہیؐ کا تقاضا یہ ہے کہ فرائض، سنن، واجبات ہی نہیں، روزمرہ کے امور میں بھی محبت کرنے والا دھیان رکھتا ہے کہ کسی کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چھوٹ نہ جائے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نکل نہ جائے جو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ناگوار گزرے۔ کوئی ایسی حرکت ہاتھ پاؤں سے صادر نہ ہوجائے جو میرے محبوب کو ناگوار گزرے۔ کوئی ایسی سوچ دل میں نہ آجائے جو میرے محبوب کی ناگواری کا، ناخوشی کا سبب بن جائے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کہتے ہیں۔

یہ ڈھول باجے پیٹنا، پٹاخے چلانا، نعرے لگانا یہ محبت نہیں ہے۔ یہ ہم اپنے نفس کو خوش کرتے رہتے ہیں۔ یہ سارا کچھ بندہ اپنے نفس کی خوشنودی کے لیے کرتا ہے۔ اس میں محبت کا کوئی عنصر نہیں۔ سازگانے سے نعت پڑھنا ممنوع ہے۔ لیکن اسے بھی لوگوں نے بزرگوں کے ذمہ لگا دیا ہے۔ ان پہ تہمت لگا دی کیونکہ یہ خود اُس کے

عادی ہیں تو کہتے ہیں فلاں بزرگ بھی عادی تھے۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ہارمونیم، طبلے، ساز، سارنگیاں لے کر قوالیاں سن کر وجد میں آجاتے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ نعت پڑھی جارہی ہے۔ یہ حضور کی منقبت میں محبت میں پڑھ رہے ہیں۔ ظالمو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساز کو حرام قرار دیا۔ آپ اُس حرام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھ کر وجد میں آرہے ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساز سننا گوارا کرتے تھے، پسند فرماتے تھے؟ ایک حدیث شریف میں ملتا ہے کہ کہیں سے ساز کی آواز آرہی تھی، غالباً کوئی بانسری تھی یا کوئی اور ساز تھا۔ کسی ساز کی آواز آرہی تھی ایک خادم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کان مبارک میں انگشت مبارک دے لیں۔ خادم سے فرمایا، تم دھیان رکھو جب یہ آواز ختم ہوجائے تو مجھے بتانا۔ جب اُس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب ختم ہوگئی ہے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں نکالیں۔ اب جہاں اتنا باریک مزاج ہے وہ آپ کے طبلے، سارنگیاں سن کر خوش ہوں گے؟ یہ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ گانا روح کی غذا ہے انہیں روح کا پتا ہی نہیں! گانا نفس کی غذا ہے۔ نفسِ انسانی اُس سے خوش ہوتا ہے۔ نفس میں ہیجان بپا ہوتا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشات میں سر مارتا ہے۔ نفسانی خواہشات کو اُبھارتا ہے، گانا روح کی غذا نہیں۔ روح کے لیے تو زہر ہے، سم قاتل ہے۔ نفس کی غذا ہے۔ لیکن اسے بھی ہم محبت کہتے ہیں کہ محبت میں قوالی بھی ہورہی ہے، طبلے بجائے جارہے ہیں۔ پیر صاحب بھی براجمان ہیں، مریدانِ کرام بھی۔ ماشاء اللہ سنت بھی چہرے پہ سجائی ہوئی ہے، ٹوپیاں، ان پر پگڑیاں بھی باندھی ہوئی ہیں، وجد بھی آرہا ہے۔ ڈانس بھی کررہے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ نفس کو پالا جارہا ہے۔ یہ محبت نہیں ہے۔

یہ بارگاہ بڑی عجیب ہے۔ یہ جو دنیوی محبتیں ہیں، یہ محبت ایک بے باک ساجذبہ ہے یہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، کسی عاشق کو دیکھیں وہ گریبان چاک کرلے گا، اُسے پرواہ نہیں کہ لوگ پوچھیں گے کیا ہوا؟ فلاں پہ عاشق ہوگیا تو معشوق کی بدنامی ہوگی لیکن اُسے کوئی پرواہ نہیں۔ فراق میں شعر کہے گا، ایسے جملے کہے گا یہ نہیں سوچے گا کہ مجھے اگر واقعی محبت ہے تو اُس کی تو بدنامی کررہا ہوں۔ یہ بے باک ساجذبہ ہوتا ہے اسے محبت کہنا محبت کی توہین ہے، یہ خواہشاتِ نفس ہوتی ہیں۔ نفس کی خواہشات کو محبت کا نام دینا محبت کی توہین ہے۔ محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے، لطیف تر، خوبصورت جس میں کوئی تلچھٹ، کوئی میل، کوئی آمیزش نہیں ہے۔ یہ خالص جذبہ ہے۔ اس کا اظہار سرِمجلس بھی ہوسکتا ہے اور تنہائی میں بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ تنہائی میں بھی اندر کمرے میں بیٹھا بندہ جراب پہن رہا ہے، سوچتا ہے کہ پہنتے وقت میں دائیں میں پہلے پہنوں، کیوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ جوتا پہننا ہے پہلے دایاں پہنوں پھر بایاں، کیا بایاں پہلے؟ نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم دایاں پہلے پہنتے تھے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اب جو بندہ جوتا پہننے میں، کھانے کا لقمہ توڑنے میں، پانی پینے میں سوچ رہا ہے کہ کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کروں تو بڑے بڑے کاموں میں وہ کیسے نہیں کرے گا! نماز روزے میں کیسے نہیں کرے گا۔ سچ جھوٹ میں کیسے نہیں کرے گا اور جو یہ اتباع جتنے پیار سے کرے گا اتنی اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلیل ایمان ہے۔ گویا وہ اتنا ہی ایماندار ہے۔ جتنی بڑی کڑی شرط ہے، بہت مشکل بات ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی جس کا مفہوم یہ بنتا ہے، کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو، اُس کا ایمان کوئی نہیں۔ وہ مومن نہیں ہے، بہت بڑی بات ہے۔ ہم اگر اپنا تجزیہ کرنے بیٹھیں، اپنا امتحان ہم خود لیں تو ہم اپنے آپ کو پاس نہیں کرسکتے، فیل ہوجائیں گے۔ چہ جائیکہ بارگاہِ الٰہی میں جوابدہی ہو، ہم خود تخلیے میں بیٹھ کر سوچیں کہ میں کتنی اطاعت کرتا ہوں؟ میری سوچوں پہ میرے جذبات پہ، میری خواہشات پہ کتنا غلبہ ہے اطاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ

وسلم کا تو اپنے آپ کو ہم فیل سمجھیں گے اور یہ وہ اہم کام ہے جو ہمیں کرنا چاہیے، جو ہم زندگی بھر نہیں کرتے۔ یہ روز کرنا چاہیے، روز اپنا ٹیسٹ لینا چاہیے، روز سوچنا چاہیے، جو دن گزر گیا اُس کو بھی سوچیں کہ میں نے کتنے مواقع ضائع کئے؟ کتنے مواقع سے فائدہ اُٹھایا؟ اگر کل ضائع کی تو آج نہیں کروں گا۔ ایک حدیث شریف ہے: دنیا کے خوش قسمت ترین لوگ تھے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، اُن کو جو اللہ نے عظمتیں دیں، سعادتیں بخشیں اُن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیا خوش نصیب لوگ تھے، مسجد نبوی میں آتے، دیدارِ نبوی سے بھی سیراب ہوتے، ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے۔ قلبِ اطہر کی کیفیات بھی قلوب میں بھر لیتے۔ کیا سماں ہوتا ہوگا، کیا لوگ ہوتے ہوں گے، کتنے سچے، کتنے کھرے، کتنے عجیب لوگ!

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر سناؤ تمہاری محبت کیسی ہے؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری محبت مشترک ہے، ملی جلی ہے، وہ کیسے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ سے بڑی محبت ہے لیکن اپنے مال و منال سے بھی محبت ہے، اپنی جان بھی بڑی عزیز ہے۔ عجیب لوگ تھے، عجب زمانہ تھا، اُن کی قسمت! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ اقدس اُن کے سینہ مبارک پر پھیرا۔ شارحینِ حدیث لکھتے ہیں: یہ تصرف تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، فرمایا اب بتاؤ! عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب مال و دولت کی محبت تو نہیں رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، اپنے آپ سے بھی محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا دست اقدس اُن کے سینہ مبارک پر پھیرا۔ کیا مبارک سینے، کیا خوش قسمت لوگ تھے! فرمایا، اب بتاؤ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب سب کچھ چلا گیا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت باقی ہے یعنی جان جاتی ہے تو جائے، مال لُٹتا ہے تو لٹ جائے، موت آتی ہے تو آجائے لیکن میں کروں گا وہی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ یہ محبت مطلوب ہے جو ارادتاً کی جاتی ہے جس کے لیے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے، جس کے لیے نوافل، اذکار، اللہ اللہ کرنی پڑتی ہے۔ جس کے لیے وہ ہاتھ چاہیے جو سینے پہ آئے تو دوسری محبتیں خارج کردے۔

یہ جنہیں شیخ کہتے ہیں یہی ان کے ملازم ہوتے ہیں بارگاہِ رسالت کے، اُس بارگاہ کے خادم ہوتے ہیں اور سینوں کو صاف کرکے باقی محبتیں نکال کر وہاں صرف اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو قائم کردینا، یہی پیر کا، شیخ کا کام ہے۔ اگر یہ نہیں کرسکتا تو پھر وہ پیر نہیں، شیخ نہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیر مجھے اولاد دے رہا ہے، پیر کی وجہ سے میری نوکری بن گئی، پیر کی وجہ سے میری بیماری چلی گئی تو یہی تصور ہندوؤں کا بتوں سے ہے کہ اس دیوی اس دیوتا کی وجہ سے مجھے دولت مل گئی۔ اُس کی وجہ سے میری صحت ٹھیک ہوگئی۔ پھر ہم میں اور ہندوؤں میں کیا فرق ہے؟ ہم نے زندہ انسان، مردہ انسان کے ساتھ وہ اُمیدیں وابستہ کرلیں تو انہوں نے پتھر سے کرلیں۔ یہی فرق رہ گیا پھر کون سی مسلمانی ہے؟ پیر جسے کہیں، اُستاد جسے کہیں، شیخ کہیں، وہ اُس سنت پر عمل پیرا ہو یعنی پیر سے برکات آئیں۔ ساری محبتیں دل سے نفی ہوجائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب آجائے یہ کام ارادتاً کرنا پڑتا ہے۔ مرید بھی فیصلہ کرکے اس کے لیے مجاہدہ کرے۔ پیر بھی وہ انوارات جو بارگاہِ رسالت سے پاتا ہے اُس کے قلب پر القا کرکے اُس کے سینے میں جھاڑ دے، اُسے صاف کرے، اُسے جلا بخشے اور اگر پیر کی خدمت میں بیٹھ کر یہ دولت نصیب ہوجائے تو اور کیا چاہیے؟ اور یہ نہ ملے تو یہ پیر کا بوجھ سر پر لادنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ دنیوی حاجات کے لیے پیر چاہیے تو اُس کے اور ہندوؤں کے عقیدے میں کوئی خاص فرق نہیں رہتا۔ اُس کا عقیدہ وہی ہے جو بت پرستوں کا ہے۔ انہوں نے ایک پتھر کا بت تراش لیا اور وہ بھی اُس پتھر کے بتوں کے بارے کہتے ہیں دیوی دیوتا اس پتھر کے بت کے اندر ہوتا ہے یعنی پوجا وہ اُس دیوی یا دیوتا کی کرتے ہیں، پتھر کو

علامت بنا لیتے ہیں۔ ہم نے ایک زندہ انسان سامنے بٹھا لیا ہے۔ کہتے ہیں اس کی وجہ سے مجھے اولاد ملتی ہے۔ اس کی وجہ سے میرا رزق آتا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے صحت ملتی ہے۔ تو فرق کیا رہا، یہ کون سی مسلمانی ہے؟

اس بارگاہ کی محبت کے اپنے تقاضے ہیں۔ کچھ لوگ دیہات سے خدمت عالی میں حاضر ہوئے، کوئی ریوڑ چھوڑ کر آیا، کوئی اونٹوں کا گلہ چھوڑ کر آیا، کوئی کھیتی باڑی کا کام چھوڑ کے آیا۔ زمیندار کاشتکار لوگ تھے وہ مل جل کر پانچ چار کام چھوڑ کر آئے کہ چلیں جا کر کوئی دین سیکھ آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا بھی دین تھا۔ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے تھے۔ مسجد میں جلوہ افروز نہیں تھے۔ مسجد نبوی کے ساتھ ہی حجرات مبارکہ تھے۔ کچے گھروندے تھے۔ کھجوروں کے پتوں کی چھت تھی۔ اکثر کے کواڑ نہیں تھے، پردہ لٹکا رہتا تھا۔ اب انہیں چونکہ واپسی کی بھی فکر تھی، کوئی کہتا میں اونٹ چھوڑ کے آیا ہوں۔ میں ریوڑ چھوڑ کے آیا ہوں، میں کام روک کے آ گیا ہوں، جلدی واپس بھی جانا ہے تو انہوں نے باہر سے آواز لگائی، یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر موجود ہیں اور وہ گلی سے پکار رہے ہیں کہ دین سیکھنا چاہتے ہیں، کام چھوڑ کر آئے ہیں۔ اللہ کریم کو یہ بات ناگوار گزری۔ اگرچہ یہ لوگ بارگاہِ نبوت میں آئے تو محبت میں ہیں، انہیں اللہ کے دین سے محبت ہے، اللہ سے محبت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور دیوانے ہیں، محبت ہے، اطاعت کے لیے پوچھنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کریم نے فرمایا، نہیں! ایسی بے باک محبت یہاں نہیں چاہیے۔ اللہ کریم نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ۔ یہ لوگ جو حجرہ کے باہر سے آپ کو آوازیں لگا رہے ہیں اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ یہ بے وقوف ہیں، جاہل ہیں۔

یہ اللہ کا شکر ہے اُن پر کوئی غضب وارد نہیں ہوا، اُن کے ذمہ کوئی گناہ نہیں لگا کہ یہ گنہگار ہیں۔ فرمایا، جاہل ہیں یعنی نادان ہیں سمجھتے ہی نہیں۔ اگلی آیت یہ بتاتی ہے کہ یہ اپنی درخواست کب کرتے حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر بھی تشریف لے آئیں اور یہ درِ اقدس پہ بیٹھے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور طرف متوجہ ہیں تو یہ اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتے۔ جب تک خود ان کی طرف متوجہ نہ ہوں اور ان سے پوچھیں نہیں کہ تمہارا کیا کام ہے تب تک لب نہ کھولیں۔

وہاں محبت کا یہ تقاضا ہے کہ گلی کے باہر سے آواز دو تو آسمان سے ناراضگی آ جائے۔ ہم یہاں سے سپیکر لگا کر کہتے ہیں یا رسول اللہ! اب اس کا معاملہ پکارنے والا جانے اور سننے والا جانے، رب جانے۔ فیصلہ تو قیامت کو ہو گا لیکن یہ انداز مناسب نہیں۔

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کی ابتدا وطن عزیز میں ایک سیاسی تدبیر کے طور پر ہوئی۔ دو مذہبی جماعتوں کے سربراہان نے الیکشن میں حصہ لیا۔ ایک جماعت کے ناظم کراچی میں زیادہ سیٹیں لے جاتے تھے۔ دوسری جماعت نے ان کا توڑ یہ نکالا کہ اپنے پیروکاروں سے یہ کہا کہ ہر اذان کے ساتھ یا رسول اللہ! صلوٰۃ وسلام کہنا شروع کر دو، جو نہیں کہتا اس کے بارے میں مشہور کر دو کہ وہ وہابی ہے، اسے ووٹ مت دو۔ یہ سیاسی چال کے طور پر شروع کیا گیا۔ میں اس کا گواہ ہوں۔ یہ سب ہمارے سامنے ہوا۔ اب وہ صاحب دنیا سے چلے گئے لیکن جو رواج وہ ڈال گئے وہ مذہب کا معیار بن کر چمٹ گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ بارگاہِ رسالت میں گستاخی ہو رہی ہے۔ یہ شوشہ چھوڑنے والوں کی نظر بھی الیکشن اور ووٹوں پر تھی اور کرنے والے بھی جاہل۔ محبت، جہالت کا نام نہیں۔ محبت سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے۔ بارگاہِ رسالت میں تو محبت اور عشق بھی بے باک نہیں ہو سکتے۔ ان جذبوں کو بھی پابند ادب کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ...... حکم دیا جا رہا ہے کہ بارگاہِ نبوی میں تمہاری آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند نہیں ہونی چاہیے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آیت کریمہ کے مخاطب کون تھے؟

جنہوں نے ہجرتیں کیں، گھر چھوڑے، مال و دولت چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رشتے چھوڑے، دوستیاں چھوڑیں، بعض نے اولادیں چھوڑ دیں، بعض کی بیویاں رہ گئیں۔ سب کچھ چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آئے۔ پھر اہل مکہ نے کوشش کی، بدر میں مقابلہ ہوا، سینہ سپر ہوگئے۔ اُحد میں زخم کھائے، شہید ہوئے، قربانیاں دیں، جانیں دیں، ہر چیز قربان کی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں سب منظور لیکن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے تمہاری آواز بلند ہوگئی تو یہ ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

آج ہم یہاں سے سپیکر پر آواز لگائیں تو کیا یہ بلند نہیں ہو جائے گی؟ پر ہمارا ضائع کیا ہونا ہے، ہمارے پلے ہے کچھ نہیں، مزید بوجھ لاد رہے ہیں اپنے اوپر، ہم نے کیا کیا ہے۔ میں کسی طبقے، کسی فرقے، کسی شخص سے نہیں کہہ رہا۔ میں عمومی بات کر رہا ہوں اور میں ہمدردی میں کر رہا ہوں، ہمیں ان امور پہ غور کرنا چاہیے، سوچنا چاہیے۔ یہ بھی ہماری محبت کا انداز ہے کہ ربیع الاول میں میلاد النبی کے نام پر جشن منایا جاتا ہے۔ ڈھول باجے، ٹریکٹر، بسوں یا کار، لاؤڈ سپیکر، شور و غوغا، ناچ، پٹاخے ہوتے ہیں۔ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی کیفیت دیکھیں اور یہ اور سب کو سامنے رکھیں تو یہ کیا شمار ہوگا؟ ایسے یہ شعبان میں شب برأت منائیں گے۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہ رات جس میں فیصلے ہوتے ہیں اور فرشتوں کو ایک سال کے فیصلے دیئے جاتے ہیں اور وہ اُس پر عمل کرتے ہیں یہ شب قدر ہے اور یہ رمضان شریف میں ہے اور یہ لیلۃ المبارکہ جس کا ذکر سورۃ دخان میں ہے، اس سے مراد شب قدر ہی ہے۔ یہ دو راتیں نہیں ہیں، یہ ایک ہی رات ہے لیکن کوئی نہیں مانتا۔ اس کی اہمیت کے لیے لوگوں نے روایتیں گھڑلی ہیں، حکایتیں گھڑلی ہیں۔ کچھ لوگوں کو آمدن ہو جاتی ہے، چندہ ہو جاتا ہے کچھ لوگ موم بتیاں، چراغ جلا کر اور شور شرابا کر کے سمجھتے ہیں پچھلے گناہ معاف ہوگئے، ہیں۔ ایک اور گناہ کرنے سے پچھلے معاف ہوگئے کمال ہے! گناہ سے گناہ کیسے معاف ہوگا؟ برائی سے برائی کیسے معاف ہوگی؟ لیکن یہ سب محبت کے نام پہ کیا جاتا ہے۔ محبت کے نام پہ ہم قتل کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، ہم نے اسے قتل کر دیا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس امر کی اجازت دیتی ہے؟ ملکی قانون کی بات میں نہیں کرتا۔ شریعت بھی یہ کہتی ہے کہ اگر یہ جرم کوئی کرتا ہے تو جو سن رہا ہے، دیکھ رہا ہے اُسے چاہیے کہ جو قانون نافذ کرنے والا ادارہ ہے اُس کے پاس جائے، اُس کے خلاف شہادت دے۔ ادارے کو چاہیے کہ دیانتداری سے تفتیش کرے، اگر اُس کا جرم ثابت ہو جائے تو اُسے سزائے موت دے۔ قتل کرنا خود نافرمانی ہے، کسی نے الفاظ کہہ کر گستاخی کی اور اسے قتل کرنے والے نے قتل کر کے گستاخی کی۔ اس نے بھی جرم کیا، عملی زندگی میں یہ مارنے والا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا۔ یہ نمازیں تک نہیں پڑھتا، یہ سود کھا لیتا ہے، یہ سچ نہیں بولتا، اس کی شکل شباہت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتی۔ اس کا کردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہیں ہے۔ اسے کہاں سے محبت ہوگئی؟

ایک ہوتا ہے جذباتی لگاؤ۔ جذباتی لگاؤ محبت نہیں ہوتی۔ وقتی طور پر جذبات میں آکر لوگ وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جذباتی لگاؤ تو لوگوں کو سیاستدانوں سے بھی ہے۔ ایک سیاستدان کو پھانسی دی گئی تو کتنے لوگوں نے اپنے اوپر تیل چھڑک کر خود کو آگ لگا دی، جل کر مر گئے احتجاج میں، تو یہ محبت نہیں یہ ایک جذباتی لگاؤ ہے۔ آج بھی سیاستدانوں کے جلسوں میں لوگ مرجاتے ہیں نہ کوئی پرچہ، نہ رپورٹ، وارث بھی شکایت نہیں کرتے، کہتے ہیں کوئی بات نہیں ہمیں اس سے محبت ہے۔ ہم نے قربانی دے دی۔ یہ محبت نہیں ہے، یہ جذباتی لگاؤ ہے۔ یہ جو لوگ توہین رسالت اور محبت کے نام پر قتل کرتے ہیں انہیں بھی جذباتی لگاؤ ہے، محبت نہیں ہے کیونکہ قتل کرنا خود

نافرمانی ہے۔محبت ہوتی تو نافرمانی کیوں کرتے ؟ایک اصول ہے اگر کوئی بندہ یہاں سڑک پر قتل کردیتا ہے اُسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ہم اگر اُسے قتل کردیں گے تو ہمارے خلاف بھی قتل کا پرچہ ہوجائے گا، ہم اُسے نہیں قتل کر سکتے۔ہاں اُس کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں متعلقہ ادارے میں، عدالت میں اُسے مجرم ثابت کرکے پھانسی لگوا سکتے ہیں۔ادارے کا جج یا قاضی اُسے سزائے موت دیتا ہے تو کوئی اُسے قتل شمار نہیں کرتا۔ہم ماردیں گے تو پھر ایک قتل ہوگا۔ہم مجرم بن جائیں گے، اسی طرح کسی نے گستاخی کی وہ واجب القتل ہے لیکن سننے والا اُس کے خلاف گواہی دے۔اداروں کو بھی اللہ ہدایت دے،حکمرانوں کو بھی اللہ نیکی کی توفیق دے۔

حکمران کیسے فیصلے کرتے ہیں کہ شیخوپورہ ڈسٹرکٹ کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں گستاخی کی۔قانون کے مطابق اُس کی رپورٹ کردی گئی۔جن حضرات نے رپورٹ کی انہوں نے شہادتیں دیں۔تفتیش کے لیے ایس پی لیول کا افسر مقرر ہوا۔ایس پی صاحب کے سامنے اُس عورت نے کہا میں نے گستاخی کی ہے۔یہ جملہ کہا ہے اور پھر بھی کہوں گی۔بات ہی ختم ہوگئی،شہادتوں سے کام آگے چلا گیا۔اُس نے سیشن جج کے پاس بھیج دیا،سیشن میں بھی اُس عورت نے اقبالِ جرم کیا، اُس نے سزائے موت دے دی۔اس وقت پنجاب کے ایک گورنر تھے وہ اُسے موت کی کوٹھری سے نکال کر ساتھ لے کر ایک ادارہ ہے لاہور کے ایک ادارے میں لے گئے۔ان کے ایک گارڈ ممتاز قادری نے سمجھا کہ یہ بھی توہین کے مرتکب ہورہے ہیں۔توہین رسالت کی مجرمہ کو ساتھ لئے پھرتے ہیں۔وہ اُن کی گارڈ میں تھا، اُس نے اسلام آباد میں اُن کو قتل کردیا۔اب انصاف حرکت میں آیا۔گورنر صاحب قتل ہوگئے،ممتاز قادری کو سزائے موت ہوئی اور اب پھانسی چڑھا دیا گیا لیکن کیسا عجیب انصاف ہے کہ وہ عورت ابھی تک وہیں بیٹھی ہے یعنی جسے کئی برس ہوچکے ہیں سزائے موت ہوچکی ہے،وہ اقبالِ جرم کرچکی ہے اگر اُس کی سزا پہ عمل درآمد ہوجاتا تو نہ گورنر اُسے ساتھ لے کر جاتے، نہ ممتاز قادری وہ تماشا دیکھتا، نہ کوئی گورنر کو قتل کرتا لیکن یہ سب کچھ ہوگیا۔وہ عورت آج بھی زندہ ہے، آج بھی اپنی بات پر قائم ہے۔اُس کے مقدمے کا فیصلہ نہیں ہورہا۔پتا نہیں کس عدالت میں اپیل ہے، کیوں رکھی ہوئی ہے؟ مغرب کے ڈر سے سزا نہیں دے رہے کہ یورپین یونین والے ناراض ہوں گے،امریکہ ناراض ہوجائے گا۔یہ کون سی محبتیں ہیں؟ ہم بھی مسلمان ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، درود شریف بھی پڑھتے ہیں،عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بھی ہے لیکن امریکہ کی ناراضگی سے، یورپین یونین والوں کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں۔ عدالتوں کا جی چاہے جس کو پھانسی دے دیں۔جس کے لیے جی چاہے اُس کے فیصلے لٹکا دیں، عدالتوں کو بھی کچھ اللہ کا خوف کرنا چاہیے۔ معزز جج صاحبان ہیں ہمارے لیے تو، ہم تو اُن کی عزت واحترام کرتے ہیں لیکن اُنہیں بھی ایک عدالت میں جانا ہے، یہی عدالتیں نہیں ہیں۔جج صاحبان کو بھی ایک عدالت میں ایک دن جانا ہے۔وہ اپنا مقدمہ بھی دیکھیں کہ کیا ہوگا؟ یہاں انصاف کریں۔حکمران کو بھی چاہیے، اگر اُس عورت کی سزا پہ بروقت عمل درآمد ہوجاتا تو یہ پچھلے حادثات ہوتے ہی نہیں لیکن یہاں تو کوئی نہیں پوچھتا۔

یہ سارے دعوے ہیں محبت کے، یہ محبتیں نہیں ہیں۔یہ اپنی اپنی اغراض سے محبتیں ہیں، اپنی خواہشات سے محبت ہے۔ایمان کی شرط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور وہ محبت جو سوچ سمجھ کر کی جائے جس کے لیے فیصلہ کیا جاسکے کہ یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے اندر کرتا ہوں تو نوکری سے نکال دیں گے، نکال دیں۔میں وہی کروں گا جو اللہ کا حکم ہے۔اس پاداش میں قتل ہوجاؤں گا، ماردیں گے، ماردیں، چلی جائے جان لیکن کروں گا وہی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔جو اتباع اور اطاعت ہی نہیں کرتا وہ محبت کا دعویٰ کیا کرتا ہے۔ہاں ایک جذباتی لگاؤ ہے سنا سنایا، مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اور وہ ایک جذباتیت ہے جو سیاسی

جماعتوں سے بھی، سیاستدانوں سے بھی لوگوں کو ہوتی ہے۔ وہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ محض جذباتی لگاؤ نہیں ہونا چاہیے، یہاں وہ محبت مطلوب ہے جو دل سے اُٹھتی ہے اور سب کچھ چھوڑ سکتی ہے۔ محبوب کی ایک ادا نہیں چھوڑ سکتی۔ شاعروں کو عادت ہوتی ہے بات کو بڑھا دیتے ہیں، بتنگڑ بنا دیتے ہیں لیکن ایک اندازِ فکر بھی ہے۔ سوچ کا ایک زاویہ بھی ہے، فارسی کا ایک شاعر کہتا ہے:

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت ایں سگ گاہے گاہے کوئے لیلیٰ رفتہ بود

مجنوں نے ایک کتے کے پاؤں چوم لئے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا حرکت ہے؟ یہ کون سی انسانیت ہے، بندہ کتے کے پاؤں چوم رہا ہے یہ کیا بات ہے؟ گفت ایں سگ گاہے گاہے کوئے لیلیٰ رفتہ بود، اُس نے کہا یار! یہ کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے۔ یہ تو فانی محبتیں ہیں، چلو شاعر نے زیادتی کی ہوگی، بات بڑھا دی ہوگی لیکن اُس نے کیفیت منظوم کی ہے، ہوتا تو ایسا ہی ہے۔ اگر ایک بندہ ایک خاتون کی محبت میں اتنا دیوانہ ہوسکتا ہے تو مومن کی محبت کا معیار کیا ہونا چاہیے جو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ یہ محبت ارادی ہوتی ہے، سوچ کر کی جاتی ہے، عمداً کی جاتی ہے اور اس کے لیے مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ حلال کھائے، سچ بولے، عبادات فرائض سنن واجبات کے علاوہ نوافل اور محنت کرے، ذکر کرے پھر کوئی ایسا بھی ہو جو سینہ صاف کرے، اُس سنت پہ بھی عمل ہو جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس حضرت عمر فاروقؓ کے سینے پر پھیرا تھا۔ کوئی شیخ کامل بھی ہو، اُس کی توجہ نصیب ہو اور پھر جا کر محبت کا رنگ بنے، چاشنی آئے تو تب جا کر ایمان مکمل ہوجاتا ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص ایمان میں کہا ہے، فرمایا: لَا یُؤْمِنُ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت حلیم الطبع، بڑے محبوب، بہت محبت کرنے والے، بڑے معاف کرنے والے، بڑے کریم ہیں لیکن جو بتاتے ہیں حق ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں جب تک کائنات میں ہر چیز سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں، مومن ہو نہیں سکتے۔

اللہ کریم ہمیں توفیق دے لیکن میرے بھائی اپنا تجزیہ کرو۔ اپنے حالات کو دیکھو، اپنے کردار کو دیکھو اور محنت کرو۔ وقت کو غنیمت جانو، یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ ابھی سانس باقی ہیں۔ ابھی توبہ کا موقع باقی ہے، ابھی ہم اپنے آپ کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس جذبہ محبت کا مزہ بھی دیکھو، یہ بڑی عجیب چیز ہے! اللہ تمام مسلمانوں کو نصیب کرے۔ (آمین)

تصحیح

1- ماہنامہ المرشد ستمبر 2017ء کے صفحہ نمبر 46 پر حضرت ضباعۃ بنت زبیرؓ کے نام ونسب والے حصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد کا نام حضرت عبداللہ غلطی سے لکھا گیا ہے اس کو حضرت عبدالمطلب پڑھا جائے۔

2- ماہنامہ المرشد اکتوبر 2017ء میں صفحہ نمبر 25 کے آخر میں اکرم التفاسیر کا بقیہ صفحہ 43 لکھا گیا ہے جبکہ یہ بقیہ صفحہ نمبر 47 پر موجود ہے۔

دعائے مغفرت

1- فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی منیر احمد قمر کمانڈو

2- فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد امین خان

3- کامرہ گیلاں ضلع اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی یونس

4- کلر سیداں ضلع راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اصغر علی کی اہلیہ

5- تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ عبدالرحمن (تحصیل امیر)

6- لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شریف صاحب

7- کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالقدیر خان صاحب

وفات پاگئے ہیں، ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

27 مئی 2014ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سوال: اے آتشِ فراقت بر ہاں کباب کردہ
سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

جواب: شاعر دو طرح کے ہیں۔ قرآنِ کریم میں بھی دو طرح کے شاعروں کا ذکر ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو محض الفاظ کو جوڑ کر جمع کر کے اُن کے جملے بنا کر اُن کے مصرعے بنا کر کوئی چیزیں منظوم کر دیتے ہیں، نظم کہہ دیتے ہیں تو اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ دیکھو میں نے الفاظ ڈھونڈ کر اُن کو استعمال کر کے کس قدر خوبصورت مصرعہ بنایا، اُن کی بندش دیکھو، اب اس سے اُن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا اسی لیے قرآن میں ہے: فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ۔ (الشعرآء:225) ہر وادی میں جھانکتے ہیں: وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ۔ (الشعرآء:226) اور جو وہ کہتے ہیں وہ اُنہیں کرنا نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ کہہ گزرتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں، عملاً ان کا کچھ نہیں ہوتا۔ آگے اللہ کریم نے استثناء دیا ہے کہ وہ اُن میں سے ایمان لائے اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی وہ بھی شاعر ہوتے ہیں جو ذاکر ہوتے ہیں، اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور طلبِ الٰہی میں اُن سے شعروں کا صدور ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ الگ بات ہے کہ کسی کو شہرت ملی، کسی کو نہ ملی، ہر صوفی شعر کہتا ہے، ہر صوفی خود شاعر نہ ہو تو دوسروں کے دہراتا رہتا ہے، شعر ہر صوفی کہتا رہتا ہے یا خود شاعر ہوتا ہے۔ خود شاعر نہ ہو تو دوسروں کے شعر دہراتا رہتا ہے۔ پتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ جوں جوں اُس کی طلب بڑھتی ہے قربتِ الٰہی کی، معرفتِ الٰہی کی، تجلیاتِ باری کی تو ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اُداسی کی، طلب کی، اشتیاق کی، وہ کیفیت اُس سے شعر کہلواتی ہے۔ اثنائے سفر میں ہوتا ہے، منزل سے دُور ہوتا ہے، ایک جذب ایک طلب ہوتی ہے، وہ اس سے شعر کہلواتی ہے۔ جہاں تک اُسے اللہ نے لے جانا ہے اپنی منزل پر پہنچ جائے تو پھر صوفی کہتے ہیں:

جوں بمنزل بہ رسید سوار پیادہ شود

جب منزل پر پہنچتا ہے تو پہلے سواری پر ہے تو گھوڑا ہے تو دوڑا رہا ہے، گاڑی ہے تو بھگا رہا ہے لیکن جہاں پہنچنا ہے وہاں پہنچتا ہے تو سواری کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو یہ شوق، جذباتِ شوق سواری ہے۔ اثنائے راہ میں تو شعر کہتے ہیں، منزل پر پہنچ جائیں تو پھر شعر چھوٹ جاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں۔ منزل پر جو بھی پہنچ جائے وہ سوار بھی پیدل ہو جاتے ہیں، پھر عام آدمی کی طرح ہو جاتا ہے۔ کمالِ تصوف بھی یہی ہے کہ جو منزل پر پہنچ جائے تو پھر اس میں اور عام آدمی میں فرق نظر نہیں آتا۔ اثنائے راہ میں اس میں اور لوگوں میں فرق ہوتا ہے۔ وہ اور کام کر رہے ہوتے ہیں، وہ اور کام کر رہا ہوتا ہے۔ تو یہ مختلف کیفیات ہیں جو آتی اور جاتی رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کوئی شعر نہیں کہا۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہجر و فراق دیکھا ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہی اپنی منزل پر ہوئے اور بعثت سے پہلے بھی گوشہ نشین ہو جاتے تھے۔ اللہ اللہ کرتے تھے،

اللہ کا ذکر کرتے تھے تو جبرائیل امینؑ آئے، وحی الٰہی آئی اور پہلی وحی ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے شروع ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں کوئی ہجر و فراق کی کیفیت نہیں دیکھی۔ تو یہ فنافی الشیخ، فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، فنافی اللہ، یہ کیفیاتِ قلب ہیں۔ کیفیات کو اُن کی صورتوں سے نہیں ناپا جاتا کیونکہ کیفیات کی کوئی صورت نہیں ہوتی، کیفیات کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاتا کیونکہ کیفیت کے لیے واضع نے کوئی لفظ وضع کیا ہی نہیں۔ کیفیات کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ایک سادہ سی بات ہے، بھوک ایک کیفیت ہے۔ آپ ایک آدمی کو بھوک پر پی-ایچ-ڈی (P.H.D) کرا دیں اُسے اتنی سمجھ نہیں آئے گی جتنا اُسے دو دن بھوکا رکھیں تو اُسے سمجھ آئے گی۔ غصہ ایک کیفیت ہے، سمجھاتے رہیں، نہیں، اُسے غصہ دلائیں تو اُسے سمجھ آجائے گی۔ پیار ایک کیفیت ہے، بعض اوقات جب اپنی اولاد ہوجاتی ہے، بچے ہوتے ہیں تو سمجھ آتی ہے کہ بڑی مجبوری بن گئے ہیں، پیار کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح فنافی الشیخ ایک کیفیت ہے۔ حضرتؒ جب ہمیں مراقبات کراتے تھے، ہم لطائف کرتے تھے، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، مجھے خود تو صحیح یاد نہیں کہ فرماتے تھے کہ تم نے تین سال لطائف کئے ہیں جب کہ اُس زمانے میں کئی ساتھی ایسے تھے کہ آتے تھے، ہفتہ رہتے تھے، فنا بقا کے مراقبات حاصل کر کے چلے جاتے تھے۔ یہ بھی ہم نے دیکھا۔ حافظ عبدالرزاق صاحب اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے، اب جب حضرتؒ نے مراقبہ احدیت کروایا تو فرمایا۔ فاذا اللہ منزہ بے چوں وچگوں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرہ:163) تو کچھ دنوں بعد ہماری آپس میں بات ہوئی تو حافظ صاحبؒ فرمانے لگے یہ تسبیح ہے۔ فیض اللہ، اللہ کا فیض۔ فیض اللہ منزہ بے چون وچگوں۔

میں نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ کہنے لگے پھر کیا ہے۔ میں نے فاذا اللہ منزہ جیسا کہ اللہ پاک ہے۔ یہ میں نے سمجھا، وہ انہوں نے سمجھا۔ میں نے کہا کہ یہ ہے فاذا اللہ منزہ بے چون وچگوں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرہ:163) حافظ صاحبؒ کہنے لگے فیصلہ حضرت جیؒ کریں گے۔ ٹھیک ہے میں نے کہا، حضرت جیؒ سے پوچھ لیں۔ میں کیوں پوچھوں؟ تم پوچھو، میں نے کہا میں کیوں پوچھوں مجھے تو سمجھ آگئی۔ ہم پچیس سال اکٹھے رہے۔ حضرتؒ کی صحبت میں ربع صدی، نہ اُنہیں جرأت ہوئی پوچھنے کی نہ مجھے جرأت ہوئی۔ ہم دونوں میں سے کسی نے نہیں پوچھا اور وہ اپنے اُسی پر فوت ہوئے، وہ اُسی طرح پڑھتے تھے اور میں ابھی بیٹھا ہوں میں اُسی طرح پڑھتا ہوں جس طرح میں نے سمجھا۔ بات یہ تھی کہ یہ پوچھنے کی جرأت کون کرے حالانکہ حضرتؒ بہت مہربانی فرماتے تھے اور میرے ساتھ تو بالخصوص، میں حضرتؒ کی محفل میں مذاق بھی کر لیتا تھا، خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے یہ برزخ والوں سے بھی مذاق کر جاتا ہے اور وہ برا نہیں مناتے لیکن یہ پوچھنے کی کہ یہ سوال کروں پچیس سال جرأت نہیں ہوئی اور نہ حافظ صاحبؒ کو ہوئی۔ یہ ایک کیفیت ہے جسے کہتے ہیں فنافی الشیخ کہ بندہ سراپا تسلیم ہوجاتا ہے، کیوں اور کیسے کوئی نہیں رہتا اور یہ اللہ کی عطا ہے۔ یہ آسان کام نہیں یہ بنائے نہیں بنتا، اس میں کوئی اتنی مشکل بات بھی نہیں تھی۔ شریعت کے خلاف بھی نہیں تھی۔ ایک حد ادب تھی کہ جو شیخ نے کہہ دیا کہ جو شریعت نے کہہ دیا اُس پر سوال کیوں کیا جائے اور ربع صدی نہ حافظ صاحبؒ اس حد کو عبور کر سکے نہ مجھے جرأت ہوئی۔ تو وہ وقت گزر گئے، اب تو ہم پر پرائمری کے بچے بھی سوال کرتے ہیں۔ یہ کیفیت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوجائے تو فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوجاتا ہے۔ جس کو ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مل گیا، اس پر چوں وچراں کی گنجائش نہیں اور یہ کیفیت اللہ سے ہوجائے تو فنافی اللہ ہوجاتا ہے اور یہ اسی طرح درجہ بدرجہ نصیب ہوتی ہے۔

سوال: زلیخا کون تھی؟ کیا وہ عزیزِ مصر کی بیوی تھی یا کوئی اور عورت تھی؟

جواب: مصر کا حکمران کوئی اور تھا لیکن عزیز مصر اُس کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ سارا نظام سلطنت عزیز مصر کے ہاتھ میں تھا، یہ اُس

کا نام نہیں تھا۔ عزیز مصر عہدہ ہے۔ جیسے بعد میں فرعون بنے تو فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں تھا عہدہ تھا جو اُس کی جگہ آتا پھر فرعون کہلاتا تھا۔ قرآنِ کریم نے یہی بتایا ہے کہ جب بھاگے اور دروازہ کھلا تو اُس کے خاوند کو، اُس کے مالک کو، اس کے سید کو اُس دروازے پر پایا تو یہ آیت بتاتی ہے کہ عزیز مصر کی بیوی تھی۔ سورۃ یوسف کی تفسیر گزر چکی اور ہم نے بڑی تفصیل سے الحمدللہ! ان باتوں پر بحث کی ہے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں نیلام ہوئے تو بچے تھے اور یہ اس وقت شادی شدہ، گھر گرہستی والی خاتون تھی۔ اُن کے جیل میں رہنے اور آنے میں اتنا وقت ہے کہ اُس کا میاں فوت ہو گیا اور وہ رتبہ کسی اور کو مل گیا۔ یہ بیوہ ہو گئی، بوڑھی ہو گئی، ضعیف ہو گئی، وہ حالات گئے، وہ واقعات گئے، وہ وقت گیا۔ تب ہی اُس نے بتایا تھا کہ اب جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟ سچی بات بتاتی ہوں عزیز مصر، شہنشاہِ مصر کے دربار میں۔ تو غیر مسلم بھی تھی اور بدکار بھی تھی۔ حضرت یوسفؑ کی اس سے شادی نہیں ہوئی۔ بدکار عورت کسی نبیؑ کی بیوی نہیں بنتی، ظالم بھی تھی کہ گناہ کا ارادہ خود کیا اور الزام اللہ کے نبیؑ پر رکھوایا، پھر انہیں جیل بھجوایا کہ لوگ نہ کہیں کہ زلیخا کی غلطی ہے حالانکہ اُس کے خاوند کو پتا چل گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ بیگناہ ہیں، غلطی اس کی ہے۔ اُس نے اسے ملامت بھی کی پھر بھی اس نے اصرار کر کے برسوں جیل میں رکھوایا کہ لوگ کہیں کہ غلطی یوسفؑ کی تھی، زلیخا کی نہیں۔ نبیؑ پر الزام لگانے والی بھی تھی اور ظلم کرنے والی بھی تھی۔ یوسفؑ کی اہلیہ کا نام آسناف لکھتے ہیں، اُن کی شادی جیل سے آنے کے بعد ہوئی۔ بعض مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ زلیخا کا جو باپ تھا اس کا نام اور جو یوسفؑ کی بیوی تھیں اُن کے باپ کا نام ملتا جلتا تھا، کی شادی حضرت یوسفؑ سے ہوئی۔ کوئی بھی بدکار عورت نبیؑ کی رفیقہ حیات نہیں بن سکتی۔ وَالْخَبِيثٰتُ لِلْخَبِيثِينَ (النور: 26) نبیؑ کی کافر بیوی ہو سکتی ہے، بدکار نہیں ہو سکتی کیونکہ کفر عقیدہ کا فعل ہے۔ جسم سے جو گناہ کیا جاتا ہے وہ اور ہیں اور عقیدے کا گناہ ہے وہ اور ہے، عقیدے کا گناہ طاری ہوتا ہے کافر ہے، وہ کلمہ پڑھ لے، مسلمان ہو جائے، گناہ ختم ہو جائے گا۔ کوئی حرام کھاتا ہے، وہ گناہ ساری ہے، وہ نس نس میں سما جائے گا، اللہ ہی اُسے معاف کرے تو کرے ورنہ اُس سے نجات آسان نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ اُس وقت زندہ تھی؟ جب آپؑ واپس آئے تو یہ ضعیف خاتون تھی، اس کا قرآنِ کریم نے کوئی تذکرہ نہیں فرمایا کہ اُس وقت ایمان لائی، نہیں لائی، مسلمان ہوئی کہ نہیں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، اس کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن کوئی اچھی خاتون نہیں تھی۔ ظلم کیا، خواہشاتِ نفس کے لیے نبیؑ کو مجبور کرنے کی کوشش کی، پھر نبیؑ پر الزام لگائے پھر نبیؑ کو قید کرایا، اب آپ کہتے ہیں کہ بیٹی کا نام زلیخا رکھا جائے، آپ کی مرضی میں کیا کر سکتا ہوں۔ نام بامعنی اور مبارک ہونا چاہیے۔ ہم صوتی اثرات میں نام رکھ دیتے ہیں۔ میں اگر یہاں بات کرتا ہوں تو میرے تو گلے پڑ جاتی ہے، مصیبت بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کے نام ہوتے ہیں ان کی میل (Mail) آتی ہے کہ میرا نام دیں، میں مصیبت میں پھنس جاتا ہوں، اب میں کیا کروں؟ اب ان کو بھگتو جو والدین نے رکھے ہیں۔ اب اکثر بچیوں کا نام صائمہ ہوتا ہے۔ قرآن میں موجود ہے صائمہ کا مطلب ہے، روزہ دار۔ روزہ دار نعمتیں ہوتے ہوئے بھی نعمتیں کھا نہیں سکتا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ اس نام کی بچیاں بہت کم آباد ہوتی ہیں، اگر ہوتی بھی ہیں تو نہ ہونے کے برابر، لڑتی بھڑتی، مار کھاتی رہتی ہیں۔ اکثر ان کی طلاقیں ہو جاتی ہیں، خاوند چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ پہلے یہ کہا تو پتا نہیں کتنی صائمہ کے نام کی ڈاک آئیں کہ میرا نام بدل دیں تو میں تو پھنس جاتا ہوں، تو نام کا زندگی پر ایک اثر ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مبارک اور بامعنی نام رکھو۔ بعثتِ عالی سے پہلے عربوں کا بھی یہ خیال تھا کہ اس طرح ڈراؤنے نام رکھے جائیں مثلاً ایک صحابی کا نام ضرار تھا، دُکھ دینے والا، تکلیف دینے والا، ضرر پہنچانے والا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل دیا تھا۔ یہ نام عہد جاہلیت کا تھا کہ اس کے قریب کوئی نہیں

آئے گا۔ یہ اُن کا خیال تھا کہ یہ دُکھ پہنچانے والا ہے تو لوگ اس سے ڈر کر بھاگیں تو یہ تو اُن کے خیال میں تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نام بامعنی اور مبارک رکھو۔ اس کا زندگی پر ایک اثر ہوتا ہے۔ تو جو زلیخا نے کیا اور جن بکھیڑوں میں وہ پڑی، میرا خیال ہے کہ کوئی دانشمند تو اپنی بیٹی کا نام نہیں رکھے گا کہ وہ اُن حالات سے گزرے اور کسی نیک انسان پر تہمت لگائے اور بدنام کرے۔ مجھے تو اچھا نہیں لگتا، آپ کو لگتا ہے تو رکھیں، تو نام رکھتے وقت یہ ضرور سوچیں کہ جو نام رکھ رہے ہیں، اس کا زندگی پر اثر کیا ہوگا۔ آپ ایک بندے کا نام عبداللہ رکھتے ہیں اور ہر وقت عبداللہ عبداللہ کہتے ہیں تو اُس میں کچھ شرم ہوگی، تو کچھ تو حیا کرے گا۔ اللہ کا بندہ بننے کی کوشش کرے گا لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ نہ ہمیں پتا ہوتا ہے کہ ہمارے نام کا مطلب کیا ہے، نہ جو رکھتے ہیں اُن کو پتا ہوتا ہے۔ ہم تو ایک صوتی، آواز کا ایک اثر ہے ناں اس میں مسحور ہو کر نام رکھ دیتے ہیں۔ میری رائے میں نام بامعنی اور مبارک ہونا چاہیے۔ آپ عائشہ کیوں نہیں رکھتے، خدیجہ کیوں نہیں رکھتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے نام ہیں، وہ کیوں نہیں رکھتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے اہل بیت کے نام ہیں وہ کیوں نہیں رکھتے۔ صحابہ کرامؓ کے، خلفائے راشدین کے، اُن کے گھر والوں کے، اُن کی بچیوں، بچوں کے، صحابہ کرامؓ کی کتنی بڑی تعداد ہے، سب کے خاندان بھی ہیں، اتنے نام ملتے ہیں۔ پھر یہ کہ کچھ بھی پتا نہ چلے کہ یہ نام کسی صحابی کے گھر کا ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا ہے، یہ سارا پتا نہ چلے تو یہ پتا کرنا چاہیے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ مناسب ہے مبارک ہے یا منحوس ہے یا اس میں کیا ہے؟ نام رکھنے میں اتنی احتیاط تو کم از کم کر لینی چاہیے۔ آگے اللہ مالک ہے، اللہ کریم ہے۔ ایک بندے کو آپ رات دن جھوٹا جھوٹا کہتے رہیں تو میرا خیال ہے وہ کبھی نہ کبھی جھوٹ بولنا شروع کر دے گا۔ ایک بندے کو رات دن جسے ملے، جہاں جائے جہاں نام لکھا جائے، اُسے سچا سچا کہا جائے اُسے کچھ شرم تو آئے گی کہ سارے مجھے سچا کہتے ہیں، میں جھوٹ نہ بولوں۔ اسی طرح سے نام کا اثر ہوتا ہے۔ ایک بندے کو ہر لمحہ، ہر جگہ نام لکھنا ہے، بلانا ہے تو پھر وہی نام تو پھر وہ بندہ اُس طرح ہی ڈھل جاتا ہے تو میری رائے میں نام رکھنے میں تو یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ نام مبارک ہو، مفید ہو، خوبصورت ہو۔ تو ایک اچھا نام، ایک اچھی دعا بن جاتا ہے کہ جو کوئی اُسے اُس نام سے پکارتا ہے وہ دعا بن جاتا ہے۔ عبدالرحیم ہے، عبدالصبور ہے، عبداللہ ہے، اسی طرح غلام محمد ہے، غلام رسول ہے۔ اسی طرح سے ایک نسبت سی بن جاتی ہے اور بار بار اُسے کہو تو کچھ شرم ہو تو وہ کرتا ہے کہ ہر بار مجھے اس سے پکارتے ہیں مجھے ایسا ہونا چاہیے۔ اللہ کریم سمجھ اور شعور بھی عطا کرے اور توفیق عمل بھی۔ آخری دین ہے اور مکمل دین ہے۔ کوئی نئی بات منجانب اللہ تو آئے گی نہیں، جو گھڑے گا اپنی طرف سے گھڑے گا۔ اللہ اس سے پناہ میں رکھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور غلامی نصیب فرمائے۔

رات معراج شریف کی رات تھی، کل پاکستان کے سارے ڈُوم اکٹھے ہوئے تھے اور ڈھول پیٹ رہے تھے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے، گا رہے تھے، میں سوچ رہا تھا کہ کیا حاصلِ معراج یہ ہے؟ کمالِ معراج تو یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جسدِ عنصری سے وجودِ مبارک کے ساتھ اللہ کے قرب کی اُن منزلوں میں تشریف لے گئے جہاں فرشتوں کے سردار روح الامین کو جھانکنے کی بھی اجازت نہیں یعنی ایک تو ان کا وجود انسانی نہیں نوری ہے، نوری مخلوق ہے پھر فرشتوں کے بھی سردار ہیں لیکن سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس آگے قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس سے آگے میری جرأت نہیں اگر

یکسر موئے بر در پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

یہاں سے سر مو بھی، ذرہ برابر بھی آگے اُڑنے کی کوشش کروں تو تجلیاتِ ذاتی میرے پروں کو جلا دیں گی۔ جل کر خاک

ہوجائیں گے۔ کمال یہ ہے کہ روحِ اطہر کا تشریف لے جانا اور بات ہے۔ کتنی بلندیوں پر گئی، وجودِ عالی اس سے آگے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ عالی انسانی تھا۔ آپ ابن آدم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے۔ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ (الکھف:110) میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (الکھف:110) تم میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ مہبط وحی ہوں، میری بشریت اتنی روشن، اتنی منور، اتنی لطیف ہے جو وحی الٰہی کو قبول کرتی ہے۔ کلام الٰہی کو قبول کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بشریت آگے گزر گئی جہاں سے جبرائیل امینؑ رک گئے تھے۔ آگے کہاں تک گئی، اللہ جانے، اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے اَللہُ وَرَسُوْلَہٗ اَعْلَمُ جانے والا جانے یا جو لے گیا وہ جانے۔ احکامِ الٰہی کا ذریعہ (Source) تو فرشتے ہیں ناں۔ اللہ کریم فرشتوں کو حکم دے کر بھیجتے ہیں کہ یہ کرو۔ وحی کا ذریعہ بھی فرشتہ ہے، روح الامین وحی لاتے رہے تو یہاں وہ جو وحی لانے والا امانتدار فرشتہ ہے اُس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے میں تو جھانک بھی نہیں سکتا، جانا تو دُور کی بات ہے اگر سرمو، بال برابر آگے بڑھوں تو فروغِ تجلی بسوزد پرم، تجلیاتِ ذاتی کی جلالت مجھے بھسم کردے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے تشریف لے گئے اور وجودِ عالی کے ساتھ تشریف لے گئے۔ پتانہیں جیسے ہم، ویسے ہمارے مولوی، ہمارے مولویوں نے ایک بزرگی یہ گھڑ لی ہے، رات بھی کہہ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک سمیت عرش پر کھڑے ہوگئے۔ پتانہیں یہ انہیں کس نے بتایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاءؑ کی امامت فرمائی بیت المقدس میں تو مولویوں کے مطابق نعلین مبارک کے ساتھ فرمائی۔ مجھے تو ان کی کوئی سمجھ نہیں آئی، اس بحث میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے؟ جس کا ذکر اللہ کریم نے کیا ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے مبارک اُتارے یا نہیں اُتارے، کیا اس کا قرآن میں، حدیث میں ذکر ہے اور نہیں ہے تو اس میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ کون سی فضیلت ہے کہ بندہ جوتے پہن کر بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہوجائے، اس میں فضیلت کی کون سی بات ہے؟ مولوی صاحب بڑا زور لگا رہے تھے میں نے تو تنگ آکر ٹی وی بند کردیا اور سارے ڈوم ڈرلے اکٹھے کوئی نعت کے نام پر اور کوئی قصیدے کے نام پر، پتانہیں کیا سے کیا شور مچا رہے تھے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔

کرنا ہے تو پھر وضو کرو، قبلہ رو ہوجاؤ، مراقبہ کرو، درود شریف پڑھو، منزل پڑھتے رہو، قرآن شریف پڑھو۔ یہ نہیں ہوسکتا تو چند غریبوں کو کھانا ہی کھلا دو۔ کسی قیدی کی جان چھڑا دو، کسی مقروض کا قرض اُتار دو، کوئی نیکی کرو۔

تماشا بن گیا ہے، شور مچا ہوا ہے، کمال تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ہم انکار کرتے ہیں کہ نبیؑ بشر نہیں تو کافر بھی تو یہی کہتے تھے انبیاءؑ کو کہ تم ہماری طرح کے بشر ہو، تم کھاتے پیتے ہو، تم نبیؑ کیسے ہو۔ کمال یہ ہے کہ انسانوں سے، اولادِ آدم سے، خود آدمؑ کو بشریت کو اللہ کریم نے معرفتِ الٰہی کا، قربِ الٰہی کا شرف بخشا۔ اُسے نبوت اور رسالت سے سرفراز کیا اور امام الانبیاءؑ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شرف بخشا کہ وہ اس بشری وجود کے ساتھ اُن عظمتوں پر تشریف لے گئے جہاں روح الامین جھانک بھی نہیں سکتے۔ اور جو طبقہ کہتا ہے کہ معراج روحانی تھی تو روحانی سفر کو جو نہیں سمجھ سکتا وہ اسے خواب سے تعبیر کرے گا، تو اگر یہ خواب ہوتا تو مشرکین مکہ کو شور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کوئی کہہ دیتا کہ میں خواب میں بیت المقدس گیا ہوں اور وہاں سے آسمانوں پر گیا ہوں اور واپس آگیا ہوں، تو خواب تو کوئی بھی دیکھ سکتا ہے۔ جھگڑا یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم بہت قیمتی گھوڑا لیں، بہت اچھا اونٹ لیں تو بیت المقدس میں آنے جانے میں دو تین مہینے لگ جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں میں رات کو گیا، وہاں سے آسمانوں پر بھی گیا اور وہاں سے واپس گھر بھی آگیا اور رات کی رات ہی تھی، تو یہ کیسے ممکن ہے؟ تو

کفار کا یہ اعتراض ہی بہت بڑی دلیل بن جاتی ہے کہ معراج جسم عالی کے ساتھ ہوئی۔ بہرحال ضرورت اس بات پر توجہ کرنے کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کے دین کے ہم پیروکار ہیں اُن صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی برکت تو یہ ہے کہ اس وجودِ عالی صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا تزکیہ، اتنا تنزیہ، اتنی لطافت آگئی کہ وہ عالم ملائکہ سے آگے عالم الوہیت میں اُسی وجودِ عالی سے تشریف لے گئے۔ اپنے عقیدہ اور کردار کی اصلاح کرو کہ ان کے طفیل میرے وجود میں کتنی لطافت آئی، کتنی پاکیزگی آئی، ہمیں حاصل تو وہ کیفیت کرنی ہے ناں کہ ہمارے جسم سے کفر کی، بدعات کی، خلافِ سنت کی، گناہ کی نجاستیں دُھل جائیں اور ہمارے جسم پاک ہوجائیں۔ اس قابل ہوجائیں "الصلوٰۃ معراج المومنین" فرمایا جب تم ہاتھ باندھ کے اللہ کے روبرو کھڑے ہوتو یہ تمہاری معراج ہے۔ اب وہ معراج ہماری کیسی ہے کہ ہم وہاں ہیں بھی کہ نہیں؟ حلیہ بنا کر ہاتھ باندھ کر ہم کھڑے ہیں اور دل میں ہم اپنی دکان کا سودا تول رہے ہیں اور کاشتکار اپنے جانوروں کو دیکھ رہا ہے اور ملازم اپنی تنخواہ کا حساب کتاب کررہا ہے، تو پھر ہم کہاں کھڑے ہیں؟ صلوٰۃ معراج المومنین تو تب بنے گی جب مومن کو صلوٰۃ میں پوری توجہ الی اللہ نصیب ہوجائے، تو شب معراج تو اِن چیزوں کی یاد دلاتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو تلاش کریں۔ آقا کی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں۔ نعت کہیں لیکن جیسا اُس بارگاہ کا ادب ہے اُس کے مطابق۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اور ڈوموں کی طرح ویلیں جمع کرنے کے لیے کرنا تو کوئی اور بات بن جاتی ہے۔ تو عیدیں تو اللہ کریم نے سال میں دو رکھی ہیں مسلمانوں کی۔ عیدالفطر رمضان کی اور عیدالضحیٰ، عید قربان۔ اللہ کریم ہمیں شعور بھی بخشے، توفیق عمل بھی بخشے اور اتباعِ دین عطا کرے اور یہ شعور بھی عطا کرے کہ مجھے جو کشف ہوگا وہ قابل تحقیق ہوگا لیکن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا وہ سچ ہے اور اس میں کسی تحقیق کی ضرورت نہیں، تو ہمیں ارشاداتِ رسالت کے مطابق اتباعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوجائے۔

سوال: عملی زندگی میں کن کاموں میں شیخ سے مشابہت اختیار کرنی چاہیے؟

جواب: میرے بھائی، شیخ سے مشابہت کی ضرورت نہیں ہے۔ اتباعِ سنت ضروری ہے اور شیخ کو بھی اللہ توفیق دے تو وہ بھی اتباعِ سنت کی کوشش کرتا ہے اور مریدین کو بھی چاہیے کہ وہ اتباعِ سنت کی کوشش کریں اور متقدمین کی مشابہت اختیار کریں۔

سوال: نفل تہجد میں اپنے والدین اور بچوں کے لیے دعا کے لیے پڑھنا جائز ہے یعنی دو رکعت نماز تہجد صحت والدین کے لیے؟

جواب: تہجد الگ ایک نماز ہے اور نوافل کسی بھی وقت کسی بھی کام کے لیے پڑھے جاسکتے ہیں۔ آپ نے سارا کام تہجد میں ہی ڈالنا ہے، تہجد کسی کی بیماری یا کسی کی صحت کے لیے نہیں ہوتی۔ تہجد الگ ایک عبادت ہے، یہ تو آپ تہجد سے شروع ہوں پھر فرائض تک چلے جائیں گے۔ چار رکعت نماز فرض والدہ کی صحت کے لیے، اس طرح نہیں ہوتا۔ تہجد الگ ایک نماز ہے۔ تہجد، تہجد کر کے پڑھیں۔ آپ کسی کے لیے نفل پڑھنے چاہیں ایصالِ ثواب کے لیے الگ پڑھیں، صحت کے لیے الگ پڑھنا چاہیں الگ پڑھیں، رفع بلا کے لیے پڑھنا چاہیں تو پڑھیں، وہ الگ سے پڑھیں، اُسے تہجد میں گھسیڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ گویا ماں پر بھی احسان ہوجائے اور اللہ پر بھی۔ دو دو شکار ایک پتھر سے نہ کریں۔ تہجد الگ سے پڑھیں، کسی کے لیے نفل پڑھنا چاہیں تو الگ سے پڑھیں، کون روکتا ہے؟ یہ بھی دعا کرنے کا ایک اچھا طریقہ ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے فقہی سوال جو ہیں یہاں علمائے کرام تشریف رکھتے ہیں، ساتھی احباب ہوتے ہیں۔ یہ قاری صاحب عالم ہیں، ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو پوچھ لیا کریں۔ ان کو اتنا سٹیج پر اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین ○

قسط نمبر 3

تزکیہ اور آدابِ شیخ

تحقیق وتحریر: نوید اشرف (واہ کینٹ)

آدابِ شیخ

ہر راہ کے راہی اور ہر سفر کے مسافر کے لیے کچھ اصول و ضوابط ہوتے ہیں جن کی پابندی کرنے سے منزل پر پہنچنا آسان ہوتا ہے۔ جو شخص ان شرائط کو ملحوظ نہ رکھے گا اُسے منزل تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آئیں گی تو راستہ بھٹک کر در بدر کی ٹھوکریں کھانا ہوں گی اور کبھی لٹیروں کے ہتھے چڑھ کر مال و متاع سے ہاتھ دھونا ہوں گے۔ وصول الی اللہ کی منزلیں طے کرنے والے سالکین کے لیے بھی معاملہ کچھ اس طرح کا ہے۔ جو سالک آداب کی پابندی نہیں کرے گا وہ شیطان کے ہتھے چڑھ کر ایمان واعمال کی دولت سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (سورہ الحجرات)

اللہ اور رسولؐ پر سبقت نہ کرو۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔
(سورہ الحجرات)

اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا۔'' شیخ وارث ہوتا ہے برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ذریعہ ہوتا ہے سالکین تک برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچانے کا۔ تو شیخ کے ساتھ بھی عقیدت و ادب کا رشتہ حد درجہ ضروری ہے۔ شیخ کے ساتھ عقیدت وادب ذریعہ بنتا ہے شیخ کی توجہ کا اور حصول نسبت کا۔

یہاں میں ساتھیوں کی راہنمائی کے لیے اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ شیخ پر اعتراض کس حد تک خطرناک ہے۔ سال 2012ء میں دارالعرفان منارہ میں حضرت شیخ المکرم مدظلہ نے اپنے ایک بیان میں جناب ابوطالب کا ذکر فرماتے ہوئے اُن کے نام کے ساتھ حضرت ابوطالب کا تعظیمی لفظ استعمال کیا۔ اس کے بعد سے شیطان نے میرے دل میں یہ خیال ڈالنا شروع کر دیا کہ چونکہ بخاری شریف کی احادیث کے مطابق جناب ابوطالب ایمان نہیں لائے تو حضرت شیخ المکرم مدظلہ نے اُن کے لیے ''حضرت'' کا تعظیمی لفظ کیوں استعمال کیا۔ کافی عرصہ اس خیال کو جھٹکتا رہا لیکن آخر کار شیخ المکرم مدظلہ کو ایک خط لکھا اور اپنے دل میں آنے والے خیالات کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ مدظلہ نے اُس کا جواب دیا جس سے کہ دل مطمئن ہو گیا، نیز حضرت شیخ المکرم مدظلہ کا جواب آنے سے پہلے علماء متقدمین و متاخرین کی آراء بھی جناب حضرت ابوطالب سے متعلق سامنے آگئیں۔ اشرف الجواب میں حضرت تھانویؒ نے کسی بزرگ کے حوالے سے لکھا کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ کریم میری ساری عمر کے اعمال لے لیں اور حضرت ابوطالب کو جنت الفردوس عطا فرما دیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں ان کی اپنی نجات کے لیے اُن کی یہ دلی تمنا کافی ہے۔ خیر حضرت شیخ المکرم مدظلہ کے جواب سے دل کو تشفی تو ہو گئی لیکن دارالعرفان منارہ، حضرت شیخ المکرم مدظلہ اور سلسلہ عالیہ کے ساتھ جو

قلبی تعلق تھا وہ یکلخت ختم ہوگیا۔ بارہا کوشش کی دار العرفان حضرت شیخ کے پاس حاضری کی لیکن کوئی نہ کوئی رکاوٹ آڑے آگئی بلکہ نوبت یہاں تک آگئی کہ ذکر کے علاقائی پروگراموں میں شرکت بھی نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ رمضان المبارک آگیا، مصمم ارادہ کیا کہ اس سال ضرور اعتکاف کروں گا حضرت جی مدظلہ کے پاس، لیکن نہ جاسکا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی غیر مرئی طاقت ہے جو مجھے دار العرفان اور حضرت شیخ مدظلہ کی خدمت میں حاضری سے روکتی ہے۔ جب اپنا محاسبہ شروع کیا تو قلب میں یہ بات آئی کہ وہ جو خط حضرت شیخ المکرم مدظلہ کو لکھا تھا اُس کے بعد سے یہ حال ہے۔ فوراً اللہ رب العزت سے معافی مانگی اور حضرت شیخ المکرم مدظلہ کو ایک خط ارسال کیا جس میں اپنے گذشتہ اعتراض کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ المکرم سے معافی طلب کی۔ نیز کچھ نقش ضرورت تھے والد صاحب کے لیے وہ حضرت جی سے گزارش کی، کہا ارسال فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

یہاں ایک نکتے کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ وہ تار جس کے ذریعہ سے فیض یا برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ قلبِ شیخ سالک تک آتی ہیں اُس کے ٹوٹنے یا اُس میں رکاوٹ آنے کے لیے ضروری نہیں کہ شیخ آپ سے ناراض ہو بلکہ آپ یعنی سالک کا کوئی بھی اعتراض یا بے ادبی اُس واسطے میں رکاوٹ کا سبب بن جاتی ہے اور اگر اللہ نہ کرے کسی بات سے شیخ ناراض ہو یا شیخ کے دل میں تکرار پیدا ہو تو پھر سالک اپنی کہانی کو ختم سمجھے۔ حضرت شیخ المکرم مدظلہ سے میں نے یہ بھی عرض کی کہ حضرت جی میری اس گستاخی کی وجہ سے کوئی چیز ہے جو مجھے آپ کی خدمت میں حاضری سے روک رہی ہے۔ میں اس طرح نہیں جی سکتا، مجھے دار العرفان حاضری کی اجازت عطا فرمائیں۔ حضرت شیخ المکرم نے جو جواب فرمایا وہ اُن کے ہی الفاظ میں سالکین کی راہنمائی کے لیے عرض کر رہا ہوں۔

''میاں شیخ پر اعتراض کا نتیجہ تو یہی نکلتا ہے۔ جب آپ کو اطمینان نہیں تو اللہ کریم محروم کر دیتے ہیں۔ نقش ارسال ہیں، ہفتہ ہفتہ پلائیں، اللہ کریم صحت دے۔''

صدقے جاؤں اپنے عظیم شیخ پہ کہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ کا یہ خط ملنا تھا کہ تمام ٹوٹے ہوئے رشتے پھر بحال ہوگئے۔ حضرت شیخ کے ساتھ عقیدت نے بچالیا۔ اس خط کے ملتے ہی ایسا ہوا کہ جیسے کسی نے برقی رو بحال کردی ہو۔ عجیب لجپال لوگ ہیں یہ۔ ایک سرائیکی دوست کا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

لجپال پریتاں توڑدے نئیں
جیندی بانہہ پھڑی فیر چھوڑدے نئیں

بندہ خود اپنا بازو نہ چھڑوا لے تو مشائخ کبھی بھی نہیں چھوڑتے۔ کافی عرصہ سے اس واقعہ کے بعد خواہش تھی کہ آداب شیخ جو کہ تصوف میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، اس پر مختصراً کچھ لکھا جائے تاکہ سالکین کو حصول فیض میں آسانی ہو کیونکہ ارشاد باری ہے:

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات)

ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ''تم کو خبر نہ ہو'' یہ دو معانی میں ہے۔ ایک تو یہ کہ تمہیں اعمال برباد ہونے کی خبر نہ ہو اور دوسرا یہ کہ انجانے میں آواز اونچی ہو جائے جس کی تمہیں خبر نہ ہو اور اعمال برباد ہو جائیں۔ درج ذیل میں کچھ آداب شیخ بیان کئے جا رہے ہیں ان پر عمل کرنا ہر سالک کے لیے از حد ضروری ہے۔ جو سالک ان آداب کا جتنا خیال رکھے گا اتنا ہی جلد ترقی بھی کرے گا، اور اگر ان آداب سے غفلت برتے گا تو باطنی نعمتوں سے محروم رہے گا۔

یہ تمام آداب علماء، ربانیین وصوفیاء کی کتب سے لئے گئے ہیں اور ان کی زندگی اور تجربہ کا حاصل ہیں۔ یہ تمام آداب قرآن و حدیث اور تعامل صحابہؓ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

1- محبتِ شیخ راہ سلوک میں بہت فائدہ مند ہے۔
2- شیخ سے حسن ظن فائدہ مند ہوگا وجہ چاہے کچھ بھی ہو۔
3- شیخ سے تعلق راسخ کر کے اس کا کمال درجہ اتباع کیا جائے۔

-4 سالک کو صرف حالات کی اطلاع دینا اور تعلیمات کا اتباع ضروری ہے۔ ایسی درخواستیں کہ فی الواقع رائے دینا، نہ کرنا چاہیے۔

-5 شیخ سے خود کسی شغل وغیرہ کی فرمائش نہ کرے۔

-6 جو شخص بغیر مرشد کے دعویٰ طریقت کرے اُس کا شیخ ابلیس ہوگا۔

-7 جو شخص مشائخ کا ادب و احترام چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اُسے اپنے بندوں کی نظر میں ناپسندیدہ بنا دے گا۔ اور نورِ ایمان سے محروم کر دیا جائے گا۔

-8 جو شخص اپنے شیخ کے کمال کا اعتقاد نہ رکھے گا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

-9 بعد از بیعت شیخ پر اعتراض مانع بیعت و فیض ہے۔

-10 سالک پر لازم ہے کہ شیخ کی کسی بات پر کیوں اور کیسے جیسے الفاظ استعمال نہ کرے۔

-11 مرید اپنے شیخ کی برسوں مالی اور جانی خدمت کرے تو بھی دل میں خیال نہ لائے کہ میں نے شیخ کا حق ادا کر دیا، ایسا کرے گا تو سب کچھ ضائع کر دے گا۔

-12 مرید پر لازم ہے کہ اپنے تمام وسائل و اسباب شیخ کے قدموں میں ڈال دے، نہ اپنے علم پر اعتبار کرے اور نہ اپنے عمل پر بلکہ یہ یقین کر لے کہ تمام بھلائیاں سالک تک بالواسطہ شیخ پہنچ رہی ہیں۔

-13 مرید کا شیخ کی صحبت کو لازم پکڑنا بعض اوقات مکہ مکرمہ کے نفلی سفر سے بھی افضل ہوتا ہے۔ شیخ مرید کو بیت اللہ کے مالک تک پہنچاتا ہے جو کہ بیت اللہ سے افضل ہے۔ گویا شیخ ذریعہ مقصود کے بجائے حقیقی مقصود تک پہنچاتا ہے۔

-14 شیخ کی خدمت میں جب بھی آئے سچی طلب لے کر آئے۔

-15 جب شیخ کسی اور مرید کو آگے بڑھائے تو اس پر حسد نہ کرے ورنہ اُس کے پاؤں پھسل جائیں گے اور اپنے مقام سے گر جائے گا۔

-16 شیخ کو ہر بات میں سچا سمجھے، اگر کچھ سمجھ نہ آئے تو اپنی سمجھ کا قصور سمجھے۔

-17 یہ جان لے اور یقین رکھے کہ اس کا شیخ کامل ہے۔

-18 شیخ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرے ورنہ شیطان کی طرح راندہ درگاہ ہوگا۔

-19 یہ یقین رکھے کہ شیخ کی رضا سے اللہ کی رضا اور شیخ کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی۔

-20 شیخ کے ظاہر پر نظر نہ رکھے بلکہ اُس کے باطن پر نظر رکھے اس نعمت پر جو شیخ کے قلب میں ہے۔

-21 جس طرح شرک سے بچنا ضروری ہے اسی طرح شیخ کی موجودگی میں غیر کی طرف میلان بھی مانع ہے۔

-22 جان لے کہ ایک وقت میں طریقت کا صرف ایک شیخ ہے، بیک وقت کئی مشائخ سے رابطہ رکھنے والا کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

-23 اپنی ظاہری عبادت و ریاضت کو شیخ کے حال پر قیاس نہ کرے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیخ کا ایک دن مرید کے ہزار دنوں سے بہتر ہے۔

-24 جب شیخ سالک کی کسی خواہش کے خلاف کام کرے تو صبر کرے، اسی میں ترقی ہے۔

-25 شیخ کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن سمجھے۔

-26 شیخ کی مخالفت میں کچھ نہ سنے۔

-27 شیخ کی مخالفت کرنے والے کے سامنے خاموش نہ رہے بلکہ مقدور بھر جواب دے۔

-28 شیخ سے کبھی کرامت طلب نہ کرے۔ یہ ارادت میں شک کی علامت ہے۔

29- شیخ کی خفگی سے دل تنگ نہ کرے۔
30- شیخ دھتکار بھی دے تو جدا نہ ہو۔
31- جان لے کہ شیخ کبھی بھی اُس سے دلی طور پر ناراض نہیں۔ شیخ کی ناراضگی وقتی اور تربیت کی غرض سے ہے۔ شیخ کی دائمی ناراضگی کو خاتمہ بالایمان کے مترادف سمجھے۔
32- شیخ کا مقام جاننے کی کوشش نہ کرے بلکہ اپنے کام سے کام رکھے۔
33- کوئی ایسا کام نہ کرے جو شیخ کی ایذاء کا سبب ہو۔
34- شیخ کے کلام کو اپنی عقل کے ترازو میں نہ تولے۔
35- شیخ کسی خطیب، عالم، واعظ کی صحبت میں جانے سے روکے تو فوراً رُک جائے۔
36- شیخ کو خوشگوار طبیعت میں دیکھ کر بھی شیخ کے آداب میں غفلت نہ کرے۔
37- شیخ کی ہر بات کو حق جانے اگر چہ وقتی مصلحت سمجھ نہ بھی آئے۔
38- اگر شیخ ناراض ہو تو فوراً راضی کرنے کی سعی کرے۔
39- شیخ کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل سمجھے۔
40- شیخ کی زوجہ کو ادب واحترام میں اپنی والدہ کی طرح سمجھے۔
41- شیخ کو اپنی طرف چل کر آنے کی تکلیف نہ دے۔
42- شیخ کی اولاد وعیال کی ضروریات کو ہر چیز پر مقدم رکھے۔
43- شیخ کی خدمت میں اپنا تمام مال ومتاع بھی خرچ کرنا پڑے تو گمان یہ رکھے کہ میں نے شیخ کے سکھائے ہوئے ایک سبق کا حق بھی ادا نہیں کیا۔
44- ہر وقت اپنے شیخ کے چہرہ کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھے۔
45- شیخ کے سامنے نظریں جھکائے رکھے، کبھی کبھی چہرہ دیکھنے کی لذت بھی لیتا رہے۔
46- شیخ کی اجازت کے بغیر کسی وظیفے میں مشغول نہ ہو۔
47- شیخ کی طرف پاؤں نہ پھیلائے۔
48- مسجد وخانقاہ سے متصل شیخ کی رہائش گاہ کی جانب بھی پاؤں نہ پھیلائے۔
49- ہر وقت حاضر وغائب شیخ کے آداب کا خیال رکھے۔
50- شیخ کی صریحاً یا اشارۃً اجازت کے بغیر اُس زمانہ کے کسی بزرگ کی زیارت نہ کرے۔
51- شیخ کے کپڑے وجوتے نہ پہنے۔
52- شیخ کے بستر ومصلے پر نہ بیٹھے۔
53- شیخ کے صوفہ یا نشست پر نہ بیٹھے، نہ ہی تسبیح استعمال کرے۔
54- شیخ کے خاص برتنوں میں کھانا نہ کھائے اور پانی نہ پیے، البتہ اگر شیخ خود سے اجازت دیں تو ٹھیک ہے۔
55- شیخ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرے۔
56- شیخ کی عطا کی ہوئی کسی بھی چیز کو دنیوی مقصد کے لئے استعمال نہ کرے بلکہ اپنی جان سے بھی عزیز سمجھے۔
57- شیخ کی عطا کردہ چیز کا بھی ادب کرے۔
58- شیخ کی خدمت میں باوضو پیش ہونے کی حتی الامکان کوشش کرے۔
59- ننگے سر شیخ کی مجلس میں جانے کو گستاخی تصور کرے۔
60- جو بھی باطنی کیفیت ملے یہ یقین رکھے کہ یہ شیخ کی نسبت سے ہے۔
61- شیخ کے فیضان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان جانے۔
62- شیخ کی خدمت میں کوئی اور بزرگ حاضر ہوں اور شیخ کی توجہ بھی ان بزرگ کی جانب ہو تو بھی اپنی توجہ شیخ سے نہ ہٹائے۔
63- شیخ کے سامنے اپنے اختیار سے دستبردار ہو جائے۔
64- خیالات اور نگاہ اِدھر اُدھر نہ بھٹکنے دے۔
65- ہمہ وقت توجہ شیخ کی جانب رکھے۔

66- جو کلام شیخ کی زبان سے ادا ہوا اُسے پلے باندھ لے۔
67- سالک اپنے قلب کا رابطہ شیخ سے کر کے بیٹھ رہے۔
68- شیخ کے لباس اور استعمال کی اشیاء کی بھی تعظیم کرے۔
69- شیخ کے مکتوب اور تحریر کی بھی تعظیم کرے۔
70- شیخ کا مکتوب حد درجہ سنبھال کر رکھے۔
71- شیخ کا راز اپنے سینے میں لے کر قبر میں جائے۔
72- شیخ کے گھر یا نشست گاہ کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ انتظار کرے جب تک کہ شیخ معمول کے مطابق باہر ملاقات کیلئے نکلے یا خود اندر طلب کرے۔
73- اگر کوئی ضروری امر درپیش ہو تو اندر اطلاع بھجوا دے لیکن جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے، نہ ہی آواز لگائے۔
74- شیخ سے غلط بیانی نہ کرے اور صاف گوئی اختیار کرے۔
75- شیخ کے حال و اقوال میں خیانت نہ کرے۔
76- جو کچھ خود کے لیے محبوب جانے، وہ خود سے بڑھ کر شیخ کے لیے بھی جانے۔
77- شیخ کی مجلس میں شیخ کی بات سننے کی نیت سے جائے، اپنی بات سنانے کی نیت سے نہ جائے۔
78- شیخ سے اسباق میں ترقی کا مطالبہ نہ کرے۔
79- شیخ سے طالب علمانہ انداز میں سوال پوچھے، ہرگز اعتراض کے طور پر سوال نہ کرے۔
80- اگر شیخ کی رائے سے بہتر کوئی صورت معلوم ہو تو بھی خاموش رہے اور شیخ کی رائے کو مقدم جانے۔
81- چلتے وقت شیخ کے آگے نہ چلے۔
82- شیخ کی عدم موجودگی میں شیخ کے قائمقام کا احترام بھی شیخ کی طرح کرے۔
83- شیخ کے پاس مدعی بن کر نہ جائے اور اپنے کمالات کا اظہار نہ کرے۔
84- شیخ کے رشتہ داروں کا بھی ادب واحترام کرے۔
85- شیخ کو محقق، عارف باللہ اور وقت کا سب سے کامل شیخ تصور کرے اور اس پر یقین رکھے۔
86- شیخ سے استفادہ نہ ہونے کو اپنی کمزوری جانے۔
87- شیخ کی مجلس میں آواز بلند نہ کرے۔
88- شیخ پر ہر معاملہ میں مکمل اعتبار کرے۔
89- شیخ کے کلام پر سبقت نہ کرے۔
90- شیخ کے صاحب تجربہ ہونے میں شبہ نہ کرے۔
91- شیخ کو خود سے مشورہ نہ دے۔
92- شیخ کے بیٹھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔
93- یہ کامل یقین رکھے کہ میری کامیابیوں کا دروازہ شیخ کی صحبت اور خدمت سے کھلے گا۔
94- شیخ کے خطرات کی رعایت کرے۔ جو حرکت شیخ کو ناپسند ہو اس پر اقدام نہ کرے اور شیخ کے حسن خلق و کمال، علم و مدار اور عفو پر اعتماد اور بھروسہ کر کے اس حرکت کو معمولی نہ جانے۔
95- اپنے کشف، خواب اور روحانی کیفیات کا احوال شیخ سے بیان کرے اور راہنمائی حاصل کرے۔
96- شیخ کے ساتھ بلا ضرورت بہت زیادہ کلام نہ کرے کیونکہ شیخ کے ساتھ کثرت کلام سے شیخ کا رعب اُس کے دل میں کم ہو جائے گا جو مانع فیض ہے۔
97- شیخ کے نام کے ساتھ تعظیمی القاب استعمال کرے یعنی تعظیم و احترام سے خطاب کرے۔
98- شیخ کے حضور میں کھلکھلا کر نہ ہنسے۔
99- جب شیخ کے ساتھ کلام کرنا چاہے تو دیکھے کہ شیخ کو فرصت ہے کہ نہیں اور جب شیخ کے ساتھ کلام کرے تو جلدی نہ کرے خواہ کلام دینی ہو یا دنیوی۔

100- شیخ جو اپنی کرامات اور واقعات چھپاتا ہے ان پر مطلع ہو تو ظاہر نہ کرے کہ شاید شیخ ان اسرار کو بعض دینی مصالح کی رو سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

101- جو بات شیخ سے کسی کو آگے نقل کرے اُسکو سننے والے کے فہم کے مطابق بیان کرے، جو بات عوام نہ سمجھ سکیں وہ بیان نہ کرے۔

102- شیخ کی محبت میں سچائی کا معیار یہ ہے کہ پھیرنے والی چیز اسے شیخ سے نہ پھیرے، نہ تلواریں اور نہ بناوٹی محبت۔

103- شیخ سے کوئی دنیوی غرض اور اُمید نہ رکھے۔

104- اگر شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے وقت شادی شدہ تھا تو شیخ کی اجازت کے بغیر طلاق نہ دے اور اگر غیر شادی شدہ تھا تو شیخ کی اجازت کے بغیر شادی نہ کرے۔

105- شیخ کی غیبت سے حتی الامکان بچے۔

106- شیخ کے تمام افعال کی تقلید نہ کرے مگر جب شیخ اس بات کا حکم دے کیونکہ شیخ کے تمام مقامات کو مرید حاصل نہیں کر سکتا۔

107- ایسا کوئی عمل نہ کرے کہ جس سے شیخ کا دل بدل کر خلاف ہو جائے۔

108- شیخ کی خطا کو اپنی درستگی سے بہتر جانے۔

109- مجاہدات و ریاضت سے بھی اگر مشاہدات کا دروازہ نہ کھلے تو اس ناکامی کا ذمہ دار خود کو ٹھہرائے۔

110- شیخ کے کلام میں صرف ونحو کی غلطی نہ نکالے۔

111- شیخ کے سامنے اپنی عقل کا ترازو توڑ ڈالے۔

بقیہ اکرم التفاسیر (صفحہ 22 سے آگے)

دنیا میں تمہارا کردار یہ تھا کہ تم احکامِ الٰہی کو نہ صرف یہ کہ مانتے نہیں تھے بلکہ مذاق بھی اڑاتے تھے۔ دنیا کی زندگی کی وقتی لذات، دنیوی شہرت، چند ٹکے دولت کے عوض تم نے آخرت چھوڑ دی۔ بڑا دھوکا کھایا۔ اب قیامت کے بعد اعمال کا دور ختم ہو گیا۔ اب نہ توبہ قبول ہو گی نہ کوئی جہنم سے نکالے گا۔ دنیا میں تم کفر پر جمے رہے آخرت میں دوزخ میں جمے رہو۔ دنیا میں موت کے آنے سے پہلے تک تمہارے پاس معافی کی، توبہ کی فرصت تھی۔ تم نے ضائع کر دی۔

بڑائی صرف اللہ کو سزاوار ہے:

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ سو تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے (اور) تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے اور وہ غالب (اور) دانا ہے۔

سارے کمالات، ساری خوبیاں سب اللہ کے لیے ہے۔ سب کچھ اسی کا ہے۔ سب کو اس نے دیا ہوا ہے۔ کسی چیز میں کوئی کمال کسی کا ذاتی نہیں ہے۔ اللہ کا عطا کردہ ہے۔ کسی جڑی بوٹی میں شفا ہے تو اس نے رکھی ہے۔ کسی انسان میں حسن و جمال ہے، استعداد و قابلیت ہے تو اسی کی دی ہوئی ہے۔ سب تعریف اس کی ہے جو تمام عالمین کا پالنہار ہے۔ سب کا خالق سب کو قائم رکھنے والا وہی واحد و لاشریک ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی اسی کو سزاوار ہے۔

انسان، اپنی بڑائی میں کھویا رہتا ہے۔ بچپن میں چار ٹانگوں پر، ہاتھوں پاؤں پر چلنا شروع کرتا ہے پھر دو پر آ جاتا ہے پھر تین پر آ جاتا ہے۔ آخر میں لوگوں کے کندھوں پر سوار ہو کر قبر کو جا رہا ہوتا ہے۔ کیا بڑائی ہو گی انسان کی؟

بڑائی اللہ کے لیے ہے، عظمت اس کے لیے ہے۔ وہ غالب ہے جو چاہے کر سکتا ہے لیکن وہ حکیم ہے، دانا تر ہے، ہر کام، ہر بات اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق انجام پاتی ہے۔

حضرت یُسَیرہ بنتِ صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم فاران، راولپنڈی

نام ونسب:

یہ قریشی خاتون یسیرہؓ بنت صفوان بن نوفل بن اسد قرشیہ، اسدیہ ہیں۔ یہ ورقہ بن نوفل کی بھتیجی ہیں جن کے پاس حضرت خدیجہؓ، حضورِ اکرمؐ کو پہلی وحی کے بعد تسلی دلانے کی غرض سے لے کر گئی تھیں۔ ان کی والدہ سالمہ بنت امیر حارثہ سلیمہ ہیں۔ (الاستیعاب، ج ۴، ص: ۲۴۲۔ اسد الغابہ، الاصابہ)

ابن دخانؒ ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت یسیرہؓ کی حضرت خدیجہؓ سے انتہائی قریب کی قرابت تھی۔ حضرت خدیجہؓ ان کے والد کی پھوپھی تھیں۔ یہ خاتون مکہ میں عورتوں کے معاملات میں مشہور تھیں اور ان کی زیب و زینت پہ دسترس رکھتی تھیں۔ (الاصابہ، ج: ۴، ص: ۲۴۵)

قبولِ اسلام:

قریش کی خواتین میں اسلام کی طرف پہل کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ، فاطمہؓ بنت اسد، اسماءؓ بنت ابی بکر کی فہرست میں انہوں نے بھی اپنا نام درج کرالیا اور دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کرلی۔

حضرت یسیرہؓ ایسے فضائل سے متصف تھیں کہ جب اسلام کی روشنی چمکی تو انہوں نے قبولِ اسلام میں دیر نہ کی اور شاید انہوں نے اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے حضورؐ کو تسلی آمیز جواب کو بھی جان لیا ہوگا جس کو آپؐ کی نبوت کا بھی یقین تھا اور آپؐ کی مدد اور پشت پناہی کی بھی تمنا رکھتا تھا کیونکہ وہ پہلی شریعتوں کا ماہر تھا۔

اہل خانہ کی دشمنی

آپؓ کی شادی مغیرہ بن ابی عاص سے ہو چکی تھی جن سے ان کے ہاں معاویہ اور عائشہ پیدا ہوئے۔ ان کا ماں شریک بھائی عقبہ بن ابی معیط ہے جو حضور اکرمؐ کے سخت دشمنوں میں سے تھا اور حضورؐ کو تکلیف پہنچانے میں طرح طرح کی تدبیریں اختیار کرتا رہتا تھا اور رشتہ داری وصلہ رحمی کا بھی خیال نہ کرتا تھا۔ یہی وہ خبیث ہے جس کے بارے میں الاصابہ میں ملتا ہے کہ نبی کریمؐ سجدہ کی حالت میں تھے حرم پاک میں اور قریش کے لوگ ارد گرد کھڑے اذیت دے رہے تھے تو عقبہ نے اونٹ کی اوجھ لا کر آپؐ کی کمر مبارک پر رکھ دی جس سے آپؐ سجدے سے سر ہی نہ اُٹھا سکے۔ پھر آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس کو اُٹھایا اور کفار کے حق میں بددعا کی اور نبی علیہ السلام نے بھی بددعا کی۔ (نسب قریش، ص: ۱۷۳، جمہرۃ انساب العرب، ج: ص: ۱۱۰)

حضرت یسیرہؓ کا بیٹا معاویہ بن مغیرہ بھی اپنے ماموں سے کم نہ تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں سخت تر تھا۔

حضرت یسیرہؓ کی ثابت قدمی اور ہجرت

آپؓ اپنے اسلام میں اس قدر سچی اور پکی تھیں کہ جرأتِ ایمان کے باعث کسی قرابتدار کی مخالفت کا ذرہ برابر خیال نہ فرماتیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ''یسیرہؓ'' کو اسلام میں پہل اور ہجرت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مصعب الزبیری فرماتے ہیں ''یسیرہؓ بیعت کرنے والی خواتین میں سے تھیں۔'' (یہ روایت امام

بخاریؒ نے بھی نقل کی ہے۔)

(''جن عورتوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی'' ج:۶،ص:۷۰)

جب کفار نے حضورؐ پہ مکہ کی زمین تنگ کر دی تو آپؐ کو ہجرت کا حکم ہوگیا۔ تب ہی کسی طور حضرت یسیرہؓ نے بھی اپنے وطن کو خیر آباد کہہ دیا۔ مہاجرین کے قافلوں میں شامل ہوگئیں۔

بھائی اور بیٹے کا قتل

غزوۂ بدر میں ان کا ماں شریک بھائی ملعون عقبہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا اور پھر باقی مشرک ساتھیوں کے ساتھ قتل ہوا اور جنگ احد میں حضرت یسیرہؓ کا بیٹا معاویہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کفار کی طرف سے مکہ آیا اور یہ ظالم ان لوگوں میں بھی شامل تھا جنہوں نے مسلمانوں کے شہدا کا مثلہ کیا۔ یہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور نبی کریمؐ نے احد سے واپسی کے وقت قید میں قتل کروا دیا۔ (تہذیب الاسماء واللغات، ج:۶،ص:۳۳۳)

جب یہ خبر حضرت یسیرہؓ کو پہنچی تو انہوں نے چنداں پرواہ نہ کی بلکہ اس جیسے ظالم کافروں سے مسلمانوں کی خلاصی پہ شکر ادا کیا۔ یہ بات ان کی ایمانی قوت پہ دلالت کرتی ہے۔

روایتِ حدیث

حضرت یسیرہؓ کاشانۂ نبوی سے قریب تھیں، جو گفتگو کے پھول زبان مبارک سے جھڑتے وہ چنتی رہتیں اور یوں یہ راویہ حدیث بن گئیں۔ آپؓ سے گیارہ احادیث روایت ہیں۔

(الاستیعاب، ج:۴،ص:۲۴۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج:۲،ص:۳۳۲)

ان سے روایت کرنے والے صحابہ میں اُم کلثومؓ بنت عقبہ اور عبداللہؓ بن عمرو بن العاص اور عروہؒ بن زبیر جیسے تابعین بھی شامل ہیں۔

(الاصابہ، ج:۴،ص:۴۲۵)

وفات

حضرت یسیرہؓ کے بارے حضرت ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ''حضرت یسیرہؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دور تک زندہ رہیں۔''

نوٹ: کتب میں یُسیرہ بنت صفوانؓ کا نام بسرہ بنت صفوانؓ بھی آیا ہے۔

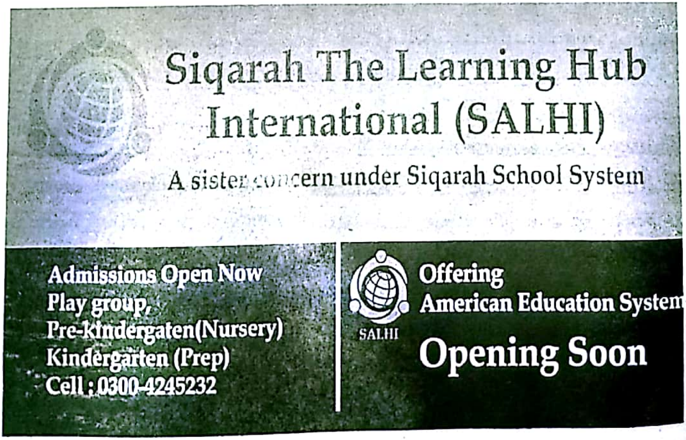

بچوں کا صفحہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع خان، لاہور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے آپ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ اس دن ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے گھر میں قیام فرمائیں۔ اہل مدینہ کی محبت اور شوق کو دیکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ (حضور اکرمؐ اس وقت اپنی اونٹنی پر تشریف رکھتے تھے۔) اونٹنی مسلسل چلتی رہی۔ تمام آنکھیں اونٹنی پر لگی ہوئی تھیں اور ہر دل میں یہی شوق سمایا ہوا تھا کہ حضور اکرمؐ کی میزبانی کا شرف اسی کو نصیب ہو۔ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور لوگ بھی اس اونٹنی کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ ہر شخص اس خوش نصیب کو دیکھنا چاہتا تھا جسے یہ سعادت ملنے والی تھی کہ حضور اکرمؐ اس کے گھر میں قیام فرمائیں گے۔ آخر یہ اونٹنی چلتے چلتے ایک گھر کے سامنے خالی پلاٹ میں بیٹھ گئی لیکن حضورِ اکرمؐ اس پر لگام تھامے تشریف رکھے رہے اور نیچے نہیں اُترے۔ کچھ دیر کے بعد اونٹنی اُٹھی اور دوبارہ چلنے لگی۔ اونٹنی نے ایک چکر لگایا اور دوبارہ اسی مقام پر آ کر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ سامنے والا گھر جس صحابیؓ کا تھا اُن کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا، انہوں نے فوراً آگے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور آپ کا سامان مبارک اُٹھایا اور اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔ وہ خوش قسمت صحابیؓ حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے جو اس وقت اس قدر خوش تھے کہ گویا کہ انہیں دونوں جہانوں کی دولت مل گئی ہو۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر دو منزلہ تھا۔ انہوں نے فوری طور پر اوپر کی منزل کو خالی کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صاف کروا دیا لیکن حضور اکرمؐ نے نچلی منزل میں رہنے کو پسند فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے نچلی منزل میں آپؐ کے لیے رہائش کا بندوبست کر دیا۔ جب رات ہوئی اور حضور اکرمؐ آرام فرمانے کو لیٹ گئے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور اُن کی اہلیہ اوپر کی منزل پر چلے گئے لیکن پھر خیال آیا کہ یہ ہم نے کیا کیا۔ ہمارے آقا حضور اکرمؐ نیچے کی منزل میں آرام فرمائیں اور ہم اوپر چلیں پھریں۔ پھر انہیں خیال آیا کہ کہیں ہمارے اوپر کی منزل میں رہنے کی وجہ سے ایسا نہ ہو کہ حضور اکرمؐ کے اور وحی کے درمیان میں حائل ہو جائیں۔ اس احساس سے کہ اوپر کی منزل پر رہنے اور چلنے پھرنے میں گستاخی نہ ہو جائے دونوں میاں بیوی بیحد پریشان اور حیران تھے کہ اب کیا کریں؟ ساری رات اسی غم اور پریشانی میں دیوار کے ساتھ لگے بیٹھے رہے کہ کمرے کے درمیان میں چلنے پھرنے سے کہیں مٹی ہی نیچے نہ گرنے لگے یا یہ بے ادبی کے زمرے میں نہ آ جائے۔

صبح ہوئی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ! بخدا رات بھر ہم دونوں میاں بیوی جاگتے رہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیوں؟ عرض کی کہ ہمارے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ کہیں اوپر کی منزل میں چلنا پھرنا بے ادبی میں نہ آ جائے، پھر یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں مٹی نہ گرنے لگے یا ہم آپؐ اور وحی کے درمیان میں حائل نہ ہو جائیں۔ اُن کی پریشانی سن کر حضور اکرمؐ

نے فرمایا کہ ابوایوب غم نہ کرو۔ نیچے رہنا میرے لیے آرام دہ ہے کیونکہ ملاقات کے لیے کثرت سے لوگوں کا آنا جانا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پریشان اور غمگین دل کو کچھ چین ملا لیکن چند دن بعد پھر ایک واقعہ ہوا جس سے یہ پریشان ہوگئے کہ حضورِ اکرمؐ بے آرام نہ ہوئے ہوں۔ ہوا یوں کہ ایک خشک رات ان سے پانی کا ایک مٹکا ٹوٹ گیا۔ فوری طور پر اور کچھ سمجھ نہ آئی تو حضرت ابوایوبؓ نے اوڑھنے کا لحاف پانی پر ڈال دیا کہ روئی پانی جذب کرے اور پانی نیچے نہ ٹپکے۔ جب لحاف نے پانی جذب کرلیا تو دونوں میاں بیوی نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب پانی نیچے ٹپک کر حضورِ اکرمؐ کے لیے پریشانی کا باعث نہ بنے گا۔

اگلے دن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے شفقت فرماتے ہوئے اوپر کی منزل میں رہائش فرمائی کہ یہ دونوں میاں بیوی حضورِ اکرمؐ کی تکلیف و بے آرامی کے خیال سے ہر وقت پریشان نہ رہیں۔ حضور نبی کریمؐ نے سات ماہ تک حضرت ابوایوبؓ کے گھر قیام فرمایا۔ اسی دوران جہاں آپؐ کی اونٹنی قصویٰ بیٹھی تھی، حضورِ اکرمؐ نے وہ خالی پلاٹ قیمت ادا کر کے خریدا اور اس پر مسجد نبوی کی تعمیر شروع کروادی۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں حضورِ اکرمؐ خود ذاتی طور پر شامل ہوئے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ حضورِ اکرمؐ کے حجرہ مبارک کی تعمیر بھی ہوئی۔ جونہی یہ تعمیر مکمل ہوئی تو حضورِ اکرمؐ ان میں منتقل ہوگئے۔ اس طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ کو حضورِ اکرم کا پڑوس نصیب ہوگیا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا اپنا نام خالد بن زید تھا لیکن اُن کی کنیت ابوایوبؓ اتنی مشہور ہوئی کہ بہت کم لوگوں کو اُن کا اصل نام معلوم تھا۔ حضرت ابوایوب خزرج کے خاندان بنونجار سے تھے جو حضورِ اکرمؐ کا ننھیالی رشتہ دار تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ ہجرت نبویؐ کے وقت تقریباً اکتیس (31) سال کے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام زید بن کلیب اور والدہ کا نام ہند اور ایک دوسری روایت کے مطابق ہندہ بنت سعد خزرجی تھا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ یثرب (مدینہ منورہ کا پرانا نام) میں پیدا ہوئے۔ آپؓ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغ کے نتیجہ میں اسلام قبول فرمایا اور آپؓ کو بیعتِ عقبہ کبیرہ میں شامل ہونے کا عظیم شرف نصیب ہوا۔ اس بیعت میں 74 افراد شامل تھے۔ یہ سب حضرات مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے اور حضورِ اکرمؐ سے بیعت کی اور عہد کیا کہ ''یارسول اللہ! آپؐ یثرب تشریف لے آئیں تو اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ہمیشہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپؐ کی حفاظت اور مدد کریں گے۔''

اور پھر جب حضورِ اکرمؐ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کو میزبانی کا جو شرف حاصل ہوا اس پر تمام صحابہ کرامؓ ہمیشہ رشک کیا کرتے تھے کہ آفتابِ رسالت سے حضرت ابوایوبؓ کا گھر جگمگا اُٹھا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ میں محبت رسولؐ، حق گوئی، شوقِ جہاد، جذبہ اصلاح اور قرآن پاک سے محبت جیسی خوبصورت خوبیاں بیحد نمایاں تھیں۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے منافقین اور یہودیوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے سازشیں شروع کردیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سازشوں کا علم ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کریں اور کچھ ان میں سے رات کو جاگ کر پہرہ دیا کریں تاکہ قریش مکہ اور دوسرے دشمنوں کے اچانک حملے سے بچاؤ کا بندوبست ہوجائے۔ ایک موقع پر حضرت ابوایوبؓ نے کاشانۂ مبارک پر رات بھر پہرہ دیا، صبح ہوئی تو حضورِ اکرمؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی، ''اے ابوایوبؓ! اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے کہ تم نے اس کے نبیؐ کی نگہبانی کی۔''

یہ حضورِ اکرمؐ کی دعا ہی کا اثر تھا کہ حضرت ابوایوبؓ زندگی بھر مصائب و آلام سے محفوظ رہے بلکہ وفات کے بعد بھی دسویں صدی تک نصاریٰ ان کی قبر کی حفاظت و نگرانی کرتے رہے حتیٰ کہ اُن کی قبر

مبارک والی جگہ یعنی قسطنطنیہ مسلمانوں کے زیرِ نگین آگئی۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ حق گوئی کے ساتھ ساتھ بے حد نرم مزاج اور رقیق القلب بھی تھے۔ آپؓ کا شمار اُن صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جنہوں نے حضور اکرمؐ کے سامنے ہی پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ آپؓ اپنے وقت کے ایک مانے ہوئے عالم تھے۔ دین میں سمجھ بوجھ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل فوراً حل کر دیتے تھے۔

حضرت ابوایوبؓ سے ایک سو پچاس احادیث مروی ہیں۔

جنگ کے میدان میں حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمیشہ غازی بن کر رہے۔ حضور اکرمؐ کے عہد مبارک سے لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے عہد تک جتنی بھی جنگیں ہوئیں آپؓ سب میں موجود رہے۔ سوائے اس کے کہ آپؓ کسی اور مشن پر کام کرنے میں مصروف ہوں۔

حضرت ابوایوبؓ جس آخری جنگ میں شامل ہوئے اس میں اسلامی لشکر کو قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا عہد حکومت تھا۔ حضرت ابوایوبؓ اس وقت بہت بوڑھے ہو چکے تھے لیکن آپؓ بڑے جوش و جذبے کے ساتھ اس لشکر میں شامل ہوئے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے اس جوش و جذبے کی اصل وجہ نبی کریمؐ کا فرمان تھا جس میں قسطنطنیہ فتح کرنے والے لشکر کے لیے بہت خوبصورت بشارتیں دی گئی تھیں۔ اس جنگ میں دشمن کے ساتھ مقابلہ کرتے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سخت بیمار ہو گئے۔ بیماری نے اس قدر شدت اختیار کی کہ باقی ساتھیوں کو اندازہ ہو گیا کہ اب یہ آپؓ کا آخری وقت ہے۔ سپہ سالارِ لشکر نے آپؓ سے پوچھا کہ آپؓ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیے۔ آپؓ فرمانے لگے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مجھے اُٹھا کر فوج اپنے ساتھ لیتی جائے اور قسطنطنیہ کی دیوار کے جس قدر قریب ممکن ہو مجھے دفن کر دیا جائے۔

آپؓ نے یہ الفاظ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

اسلامی لشکر نے آپؓ کی وصیت کے مطابق تیروں کی بارش میں سے گزر کر آپؓ کی قبر مبارک دیوارِ قسطنطنیہ کے ساتھ کھودی اور بڑے اعزاز کے ساتھ آپؓ کو وہاں دفن کیا گیا۔

آپؓ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپؓ نے تیز رفتار گھوڑوں اور بادبانی جہازوں میں اس وقت سفر کیا جب آپؓ کی عمر اسی (80) سال سے بھی زائد تھی۔

ضرورت رشتہ

لڑکا: عمر: 23 سال، تعلیم: ایف اے

دبئی میں کام کر رہا ہے۔ سلسلہ عالیہ سے منسلک افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ: محمد امین 0343-6902011

قارئین اپنی صوابدید پر معاملہ کریں۔ ادارہ ہذا ہر قسم کی ذمہ داری سے مستثنیٰ ہے۔

PVC پلاسٹک کے دروازے

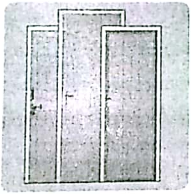

دیمک سے محفوظ، فائر پروف، مضبوط ترین، دیدہ زیب رنگ، واش رومز، کچن کیبنٹ کیلئے موزوں، واٹر پروف

ماحولیاتی آلودگی سے پاک

صفائی میں آسان

تنویر: 0307-8607301
0313-6706534

بالا مارکیٹ لکڑ منڈی سرگودھا

حکیم عبدالماجد اعوان (سرگودھا)

پستہ ایک خشک میوہ ہے اس کی جو صورت بازار میں ملتی ہے وہ دراصل اسکا مغز ہے، مغز کے اوپر ایک چھلکا ہوتا ہے جسے پوست بیرون پستہ کا نام دیا جاتا ہے اور اسے اکثر دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے اسکے علاوہ اسکے خشک پھول بھی دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔

مزاج:۔ اسکا مزاج گرم تر ہے۔

مقدار خوراک:۔ مغز پستہ کی مقدار 10 گرام جبکہ اسکے چھلکے و پھول کی مقدار 3 گرام تک ہوتی ہے۔

اسکا ذائقہ انتہائی مزیدار اور شیریں ہوتا ہے اسکے پھولوں سے کئی ادویات بنتی ہے گلے کی سوجن و منہ کے چھالوں کے پھول اور چھلکوں کے پانی کی مدد سے گولیاں بنا کر منہ میں رکھ کر چوستے ہیں جس سے گلا اور چھالوں کو آرام آجاتا ہے۔

پستہ کا استعمال ہمارے ہاں صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ اسکا نباتاتی نام Pistacia vere ہے۔ اس میں غیر سیر شدہ فیٹی ایسڈ پائے جاتے ہیں جسے انسانی جسم بہت آسانی سے جذب کر لیتا ہے۔ ترکی اور امریکہ میں اسکی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اسے بھون کر بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس سے اسکی غذائیت کم ہو جاتی ہے۔

پستے کا پودا دس میٹر لمبا ہوتا ہے اسکے نر اور مادہ پھول پودے پر الگ الگ پائے جاتے ہیں اسکے پودے کو خشک یا کم نمی بھی درکار ہوتی ہے۔ اور یہ پانی کی کمی کو بھی برداشت کر سکتا ہے پستہ بطور غذا و دوا دونوں طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔

George Maosrw یونیورسٹی میں کی گئی تحقیق کے مطابق پستہ کا روزانہ استعمال جسم میں کیسٹرول کی زیادتی کو کم کرتا ہے اور خون میں چکنائی کی سطح کو بھی نارمل حالت میں لاتا ہے پستہ کا یومیہ استعمال انسانی جسم کے خون میں چکنائی اور پروٹین کے ملنے سے لیو پروٹین بنتے ہیں جسکو کولیسٹرول کہتے ہیں اسکے بننے کی سطح کو نارمل رکھنا انسانی صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ سیر شدہ چکنائی کے استعمال کی بجائے اگر پستہ کا آئل استعمال کیا جائے تو یہ کولیسٹرول کی سطح کو کم رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں موجود 90% چکنائی صحت کے لیے فائدہ مند ہے جو کہ مونو غیر سیر شدہ شکل میں پائی جاتی ہے۔

پستے کا استعمال بلڈ پریشر کو بڑھنے نہیں دیتا اور نہ ہی موٹاپے کا باعث بنتا ہے اس میں موجود ہایامن (Hiamin) بھوک کو بہتر بناتے ہیں۔ پستے میں پوٹاشیم کی خاصی مقدار پائی جاتی ہے جو کہ انسانی جسم میں سوڈیم آئنز کی مقدار کا توازن رکھتی ہے پستے میں موجود فائیٹو کیمیکلز (Phyto Chemical) اسے مائع یکسدی (Anti Oxidant) خصوصیات دیتے ہیں سائنسی تحقیق کے مطابق فائیٹو کیمیکلز کینسر سے محفوظ رکھتے ہیں پستے کو روزانہ 18 گرام سے زیادہ اور ہفتے میں چار دفعہ سے زیادہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ (جاری ہے)

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

صقارہ سائنس کالج

SIQARAH

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2017 برائے جماعت لوئر مڈل سے ایف ایس سی

نمایاں خصوصیات

سیلکشن امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- ✓ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- ✓ فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- ✓ مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- ✓ نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- ✓ کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
- ✓ والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

محکمہ تعلیم کے نامور ماہرین کے زیر نگرانی

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال

For more Info: www.Siqarahedu.com Ph: 0543-562222

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج

F.sc(pre.med)	B.sc
Ics	F.sc(pre.eng)
F.A(IT)	I.com
	F.A

1۔ سائنس اور آرٹس تمام کورسز میں داخلہ جاری ہے۔
2۔ آغاز F.sc کلاسز یکم اپریل 2017ء
3۔ آغاز B.sc کلاسز 15 جولائی 2017ء

ادارے کی نمایاں خصوصیات	ہاسٹل کی نمایاں خصوصیات
☼ تدریس بزریعہ لیکچر سسٹم اور ملٹی میڈیا	☼ طالبات کے لیے خصوصی طور پر باجماعت نماز کا اہتمام
☼ سٹوڈنٹس کے لیے Seminars اور Presentation کا انعقاد	☼ ہاسٹل طالبات کی بہترین دینی، دنیوی اور اخلاقی تربیت کا انتظام
☼ M.Sc اور M.Phil تجربہ کار اساتذہ	☼ طالبات کے لیے کالج کے بعد ایکسٹرا کوچنگ کلاسز
☼ پریکٹیکلز کی تیاری سلیبس کے ساتھ ساتھ	☼ طالبات کے لیے غیر نصابی سرگرمیوں کا انعقاد
☼ E.Cat اور M.Cat کے ٹیسٹ کی تیاری کی سہولت	☼ طالبات کے لیے احادیث اور تصوف کی خصوصی کلاسز
☼ جدید سامان سے آراستہ کمپیوٹر لیب اور سائنس لیب	☼ طالبات کے مکمل تحفظ کے لیے دن رات سیکورٹی گارڈ
☼ بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری	☼ جنریٹر اور گیزر کی سہولت
☼ انتہائی مناسب فیس کے ساتھ اعلیٰ معیار تعلیم	☼ طالبات مڈل تا B.Sc ہاسٹل میں داخلہ لے سکتی ہیں

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

فون نمبر: 0543-562200، موبائل نمبر: 0332-8384222

زیارت حرمین شریفین پہ جانے کیلئے عمرہ پیکیج

شٹل سروس کیساتھ سستا ترین 21 دن 70,000 میں

IATA

1439ھ کے لیے
بکنگ جاری ہے۔

پی آئی اے PIA
Pakistan International
PSA

روانگی لاہور، فیصل آباد، ملتان، اسلام آباد، پشاور اور کراچی سے 65000 میں جب چاہیں بکنگ کروائیں۔

اور وی آئی پی پیکیج تھری سٹار ہوٹلز 150 تا 200 میٹر فاصلہ حرمین شریفین 15 دن 100000 تا 110000 اور 21 دن 120000 تا 125000 علاوہ اکانومی پلس بجٹ پلس 300 میٹر تا 900 میٹر پیدل ایریا میں بہت سارے ہوٹلز کے پیکیج بھی موجود ہیں۔

نیز وی آئی پی پیکیج 15 دن فائیو سٹار ہوٹلز مکہ ٹاور مدینہ مرکزیہ فائیو سٹار وی آئی پی ٹرانسپورٹ جدہ مکہ مدینہ منورہ اور تمام زیارتیں وی آئی پی ناشتہ صرف 195000 میں بکنگ جاری ہے۔ روانگی انشاء اللہ احباب سلسلہ گروپ کے ساتھ 15 فروری تا 15 مارچ تک ہوگی۔

عمرہ پیکیج کیساتھ ترکی استنبول تین دن قیام تھری سٹار ہوٹل بمعہ زیارات صرف 30000 زائد علاوہ ٹکٹ۔

العروج انٹرنیشنل ٹریول سروس

عبداللہ چوک اکال والا روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ

رابطہ

حافظ حفیظ الرحمٰن پروپرائٹر العروج انٹرنیشنل ٹریول سروس

⇐ 0334-6289958 اس نمبر پر واٹس ایپ کی سہولت بھی موجود ہے۔ 0462511559

⇐ 0334-5565000,0334-06941650462512559 محمد عامر حفیظ رانا سکندر حفیظ

⇐ Ranahafeezurrehman1@gmail.com

has divided the judicial system into two disciplines; dealing with two types of offences, namely Hudood (Limits) and Ta'zeerat (penalties). There are certain crimes for which Allah (SWT) has decreed punishments and anyone who commits those crimes will be punished according to Allah (SWT)'s verdicts, which are called Hudood (Limits). No modifications can be made in these decisions of Allah (SWT) nor can any relaxation be granted. In deciding such cases all that is required by the Court is a presentation of substantial evidence to prove the crime. For instance, the punishment awarded upon fornication is stoning to death. Once the evidence is provided and the fornicators are proved guilty then the sentence of stoning to death will be executed without any concession or mercy.

Similarly the punishment for stealing is to sever the hand of the thief as decreed by Allah (SWT) hence it must be executed once the thief is proven guilty. The punishment for murder is a death sentence, which when proven, must be awarded. It is not correct to change it into life imprisonment; a murderer must be awarded death when proven guilty. These are Allah's (SWT) Limits or Hudood. Allah (SWT) says, "And We had prescribed for them in it (the Turat): a life for a life, an eye for an eye, a nose for a nose, an ear for an ear, a tooth for a tooth and there is retaliation for the wounds, as well. So whoever forgives it that would become expiation for him. And whoever does not ordain according to Allah's revelation (Commands) then such are the people who are wrong doers.(45:Al Maidah). Allah (SWT) says that these limits had been revealed by us in Turat too. Since the Jews were under discussion hence their rules are being narrated here in the Quran. It says Allah (SWT) had ordained that if somebody killed anther person, he should be killed in return. If somebody damaged an eye his eye must be damaged in return and it is not allowed that the culprit be sentenced to some other punishment, such as imprisonment for some time. The rule is an eye for an eye and it must be decreed. Similarly if somebody severs the nose of another person, his nose will be severed in return. In our present judicial system anyone who severs someone's nose is merely sentenced to imprisonment for six months which is very wrong. The rule is nose for a nose. Then anybody who snips away the ear of another person will in return lose an ear. Anyone who smashes the tooth of another person will get his tooth smashed and a wound too will be avenged with a similar wound. These are the Limits of Allah (SWT).

In cases for which Allah (SWT) has passed His (SWT) verdict, the Court only needs to furbish evidence but cannot make a decision of their own choice. The verdict of Allah (SWT) must be awarded, however if the victim decides to forgive the offender, for Allah's (SWT) sake, then the victim will earn Allah's Clemency and his sins will be forgiven. For instance if the heirs of a slain person decide to forgive the murderer, the Court will also pardon him. The heirs who have forgiven him will earn Allah's (SWT) appreciation and forgiveness.

(Continued....)

could he cut when there was nothing present, between the two hands, to be cut. At this stage, Syed Ataullah Shah (RUA) told the Hindu listener that we Muslims have the Nikah and since it exists, it may also be severed while you Hindus have nothing, so how can it be broken.

Nikah is for those who believe in Allah (SWT) and follow his (SWT) rules. It is not a ritual. The Hindus worship idols and do not believe in Allah (SWT). They have no regulations regarding marriage and divorce. They do not have a Nikah (marriage), so the question of it being broken does not arise. Hence, the question of Hinduism being better than Islam is not true. Today, it has become a common practice that a husband gets carried away and pronounces divorce, three times simultaneously, only to lament later. He then, wants to make amends and seeks advice from such religious scholars who take money and guide him that there is still a pretext for his marriage to continue. Such religious jurists who sell their verdict for petty gains on matters related to belief and ideology, are not Muslims as clearly defined in this Quranic verse.

Another class of pseudo-scholars comprises of those who promote innovations and encourage a certain concept that permits to ascribe some powers to others than Allah (SWT), thus violating the fundamental belief in Tauheed or Unity of Allah (SWT). They sat that although every thing is Allah's doing but it is also the doing of some saints of Allah (SWT). My question to them is that how can a creation of Allah (SWT) be a partner to Allah's Doings? It must be understood that nobody can be ascribed as His (SWT) partner in Attributes or His being for He (SWT) is One and Only, by all means, and there is nobody like Him (SWT). However, these people promote such concepts and innovations, in an attempt to please people and earn money. For this they twist the interpretations of Quranic verses and distort the meanings of Hadees Sharif. They quote fabrications as pretext for innovations and thus divide the Muslims into factions. Thus it is decreed by Allah (SWT) that people of this character are bonafide disbelievers, no matter how they look outwardly. Whether these are from the people of the Book or from Muslims; whosoever distorts facts revealed by Allah (SWT) in His Book, for material gains or under fear of opposition from people, can never be a believer. He is certainly a disbeliever even if he claims to be a believer or looks like them.

Indeed, this is a very delicate matter. Today, we find imposters who are supported by people who ironically justify their stance by quoting Quranic verses and fabricated Hadees, in spite of the established fact that Prophet (SAWS) is the Last and Final Messenger of Allah (SWT). Quran declares all such miscreants who mess up the beliefs of others and who give contradiction to the basic canons of Quran, as disbelievers! They are not Muslims.

Coming to the judicial system in our society; we often hear slogans that judiciary must be independent and should provide justice to people. Whereas it is a good demand that judiciary be independent but the question is how can something be independent when it is non-existent in the first place? Let us first define judiciary. Quran

Translation of Akram-ul-Tafaseer

(Surah Al Maida)

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

We can see a typical example of everyday life issues in the matters related to marriage and divorce in our society. It so happens that a couple gets into an argument which ends up in a divorce. First of all what is Nikah? Nikah has been ordained by Allah (SWT) and His Prophet (SAWS) and is lawful when done according to the rules laid down by Allah (SWT) and His Prophet (SAWS). It is thus a matter related to our belief; our faith in Allah (SWT) and His Messenger (SAWS). They have laid down the rules that as to who can be taken into Nikah and who cannot be married. The rights of the couple over one another have been defined. The rules state that in an ugly situation that may arise as a result of conflicts, the exit from Nikah is allowed as a last resort, in the form of a divorce. Hence, divorce is also related to our belief or our faith. If someone is not a Muslim then obviously there is no Nikah or divorce for him.

Long ago, an illustrious scholar Syed Ataullah Shah Bukhari (RAU) was addressing a congregation in Bhawan when a Hindu listener sent him a question. In those days the people who attended such congregations were well mannered and they would observe the etiquettes. If anyone from the audience had a question he would send it written on a piece of paper to the guest speaker or the stage. The Hindu listener sent the question that Muslims get married and then get divorced whereas we, the Hindus, get married for the life time. He said that in his religion the marriage remains valid even if the spouse dies. Thus, in Hindu religion the marriages are permanent while for Muslims, Nikah gets annulled by divorce. So, does not that prove that Hinduism is a better religion than Islam?

Syed Ataullah Shah (RUA) was a very witty and pleasant person. Instead of giving him a bookish answer he asked of the audience if someone had a small knife. A knife was therefore brought on the stage. He then asked of the audience if anyone had a piece of thread or a cord, which was also provided. He requested one man to hold the thread in his hands and another to cut the thread or cord with the knife. Now he asked the Hindu listener if he had seen the thread being cut into, two pieces. He replied in affirmative. The he requested the man who had held the thread in his hands to keep his hands in the same position as if he was still holding the thread. He further asked the man with the knife to move his hand in the manner of cutting, between the other man's hands. He asked of the man with the knife if he had cut anything with his stroke. The man replied in the negative and said that how

mere thought of a tomb leads to the manifestation of everything happening inside. There are hundreds of the dead who are considered Qutb or Ghauth, and people are indulged in circumambulation of their tombs, crying for their help; while the dead themselves are being subjected to terrible torture. Undoubtedly, such actions destroy monotheistic belief. I happened to visit a tomb with an overhead dome, bearing a posh cover which was being kissed in homage. A spiritual look inside revealed that the entombed, securely chained and experiencing extreme torture, and was pouncing like a dog. Another so-called Ghauth, whose tomb is the site of a weekly fair, is in fact an infidel sãdhu, bur ried by mistake. With the passage of time he became known as a Ghauth and an elegant structure was built over his grave, while he was under terrible punishment.

In fact, in our country the exalted honour of Ghauth has been bestowed on a few chosen only. The first one was Abdul Hadi Shah of Bhera, whose grave is not identified. He was followed by Hadhrat Baha ul-Haqq Zakariah Multani, and Bû Ali Qalandar. Another one named Ali Hajweri (other than Data Ganj Bakhsh) is buried in the Lahore Fort but the disclosure of the exact place of his burial is strictly forbidden by him. There is yet another Ghauth in Dïr State, named Hadhrat Gul Badshah. Other than the above, there has been no Ghauth in this country; though many have attained the exalted office of Qutb.

Essay-4

Kashf to a Non-believer

Let us first define kashf. According to sûfis, kashf is the manifestation of the Realities of Divinity. Consequently, if we concede kashf to a non-believer, we shall have to concede his communion with, and his inner illumination enabling him to observe His Realities; this would obviously render embracing the Faith as meaningless. According to Imam Ghazali (Ahya ul-Ulum -the chapter dealing with the Armies of the Heart), kashf is a key to eternal bliss. Now if conventional kashf is conceded to a non-believer, it would mean that he holds the key to grand success. Is it conceivable? Mujaddid Alif Thani, while deliberating on the kashf of a non-believer, writes (Maktubat, no. 313):

Frequent hunger is conducive to health. For some it brings about the purification of the heart and for others, the purification of the soul. The former state enables one to attain guidance and inner illumination; while the latter leads one astray, increasing the darkness of his heart. The Greek philosophers and the yogis of India practicing hunger attain soul purification and go astray. The un-illuminated Plato, relying on his soul purification, followed his illusions and became conceited. He failed to discern that his soul purification had not gone beyond the crust of his baser self, and that his soul was still polluted and depraved. Only its bitterness had been coated with a layer of sugar.

This shows that a non-believer, with physical toil, attains a certain degree of cleanliness of the soul. But the kashf of the sufis is related to cleanliness of the heart, which is inconceivable in the case of a non-believer.

Continued...)

fruits with her and longed for a child. The story of Prophet Musa-A.S. and Hazrat Khizar also confirms this fact.

Probably in ancient religions of the world when the kashf or ilhãm of a true follower of a Prophet, clashed with the general law, it was considered an exception or a characteristic of that Shari'ah. For example, it was an established law that no minor (be it the child of a non-believer) should be put to death. But Hazrat Khizar killed a child for reasons best known to him. This was treated as an exception or a characteristic. ALLAH knows the best!

To conclude, kashf and ilhãm are reserved for the aulia. They are subservient to Revelation and a source of attaining celestial knowledge, though an inferior source as compared with Revelation. In fine, they impart knowledge and are worthy of action, but not binding in any way.

Question: Tasawuf, kashf and ilhãm are related to the knowledge of Shari'ah. How is it that some illiterate neophytes of your Order claim to have kashf and ilhãm? Is it possible?

Answer: This question is answered if we consider the case of the Companions. To begin with, they were first blessed with faith which by itself was an outcome of generalised knowledge. They attained the detailed knowledge of the Faith subsequently. Similarly, Tasawuf pertains to the purification of the inner self, which is Faith itself, and which can be achieved only through devotion to and obedience of an accomplished Sheikh. A detailed knowledge is not a prerequisite. It goes without saying that purification of the inner self leads to kashf for which again knowledge is not a precondition. The knowledge of Shari'ah is necessary only for the preservation of this Divine blessing and for further advancement. Then the knowledge of Shari'ah is either 'acquired' or 'bestowed' as revealed in the verse:

Is he, whose breast ALLAH has expanded for the surrender (to Him), so that he follows a light from his Rabb, (as he who disbelieves)? Then woe to those whose hearts are hardened against zikr. Such are in plain error. (39:22)

This proves that zikr leads to expansion of the breast for Islam ('surrender to Him') and to the illumination of one's inner self. The beginning and the end of Tasawuf is nothing but zikr and it certainly bestows kashf, varying only in degree.

Knowledge is necessary for yet another reason besides preservation and perfection of kashf. The spiritual conversation is generally abridged, and comprises certain signs and signals. It takes anyone from eight to ten years to completely and correctly interpret the terminology of Barzakh.

Moreover, the knowledge of Shari'ah is essential to attain the high offices of the Path; although the stages thereof can be reached without it. The sûfi doctrine as well as personal observations, show that the exalted and high offices of Qutb, Ghauth, Qayyum, Fard, and Qutb-e Wahdat have been confined generally, but not necessarily, to the progeny of the first four Caliphs of Islam.

In this context it should also be noted that zikr invariably endows Kashf-e Qubûr. Sometimes this kashf is so sensitive that a

KASHF AND ILHAM

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

Continued...

Chapter XVII

4. (And remember) when the Angel said, "O Mary! Surely, ALLAH gives you glad tidings of a Word from Him, whose name is the Messiah (Prophet Isa-A.S.), son of Mary, illustrious in the world and the Hereafter, and one of those brought near (to ALLAH)." (3: 45)

This revelation carries glad tidings about Prophet Isa-A.S.

5. Then (one) cried to her from below her, saying, "Grieve not, your Rabb has placed a rivulet beneath you. And shake the trunk of the palm tree towards you, and you will cause ripe dates to fall upon you. So eat and drink and be consoled. And if you meet any mortal, say "Surely, I have vowed a fast to the Benefic ient and may not speak this date to any mortal." (19: 24-26)

This address is a consolation for Ha zrat Maryam after the birth of Prophet Isa-A.S, and is through an Angel, ALLAH's messenger, as are the preceding three messages.

Notes: The foregoing extracts from the Qurãn prove that:

⇒ The conversation of Angels with human beings is possible.

⇒ Such an excellence is inherited by true followers of prophets. Those of the believers, who follow Prophet Muhammad-S.A.W. in letter and spirit, will be blessed with far greater honours.

⇒ Whosoever surrenders to ALLAH attains His patronage.

"Will not ALLAH defend His slave?" (39:36).

He protected Ha zrat Maryam and Prophet Isa-A.S. from their enemies; provided them from His invisible treasures and upheld their honour. So anyone who gives himself to Him will attain everything. This point has been further stressed in the verse:

And will provide for him from (a quarter) where he has no expectation... (65: 3)

⇒ ALLAH deputes His chosen beings to look after His bondsmen. He deputed Prophet Zakariah-A.S. and the leader of all the Angels, Jibril-A.S. to look after Mary.

⇒ Jibril-A.S. may visit a wali but will not convey any covenant of Shari'ah, because the Faith has already been perfected.

⇒ Mary received instructions through kashf and ilhãm; and,

⇒ She acted on these instructions. Undoubtedly kashf and ilhãm promote knowledge and may be acted upon.

The Ahadith narrated in earlier chapters, depicting the glory of the aulia, i.e. "... the Prophets shall envy them on the Day of Reckoning", are confirmed by the above verses.

For example, Prophet Zakariah-A.S. envied Mary when he saw out-of-season

MONTHLY
Al-Murshid

November 2017

Safar-ul-Muzzaffar / Rabi-ul-Awwal 1439H

عَنِ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا
لَمْ یَذْکُرُو اللهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ
غَفَرَلَهُمْ ... (سنن الترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِی الْقَوْمِ یَجْلِسُوْنَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللهَ)

Narrated by Hazrat Abu Huraira (RAU) that the Prophet (SAWS) said: "A gathering where a person did not remember Allah (SWT) and send salutations upon Prophet (SAWS), that time, place and activity will become a curse for him. It is then upto Allah (SWT) whether He (SWT) punishes him or forgives him.

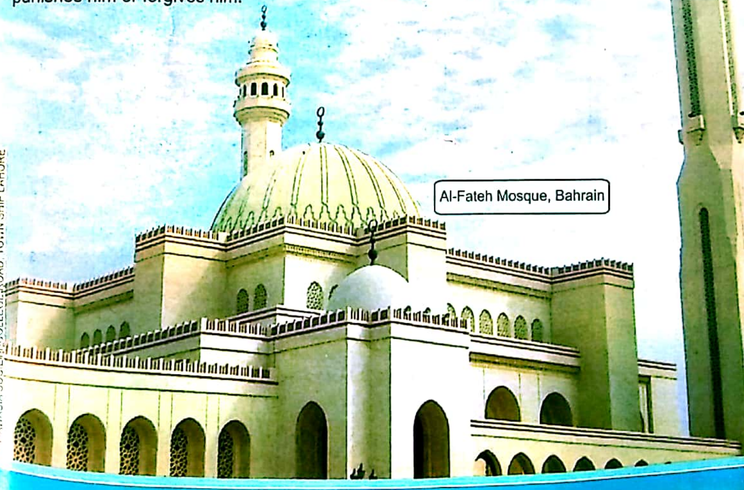

Al-Fateh Mosque, Bahrain

It is not befitting that Allah (swt)'s Magnificence is kept as a second priority in life while other worldly needs become the foremost in priority.(Page

Al-Sheikh Maulana Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
47-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255